از

سیّد اولاد حیدر فوقؔ بلگرامی

مطبوعہ نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربہم یرزقون

ذکر الطیار

سوانح حیات جناب جعفر الطیار علیہ السلام

(و)

حالات طالب ابن ابیطالبؑ

خان بہادر سید اولاد حیدر فوق بلگرامی

مولف مجلدات اسوۃ الرسول و سیرۃ ائمہ طاہرین سلام اللہ علیہم اجمعین

ربیع الثانی ۵۱ھ

فہرست مضامین

اسوۃ الرسولؐ کی مجلدات خمسہ ۔ واقعات رسالت کے علاوہ ۔ قدیم مبلغین و مجاہدین اسلامی کے محاسن خدمات کے کامل اور تیار ذخیرے ہیں جن میں ان بزرگواروں کی خدمات اگر تفصیلی انداز سے نہیں تو اجمالی طریقہ سے ضرور بیان کردی گئی ہیں ۔

ان مجلدات کے تمام کرنیکے بعد مختلف مضامین کے پلاٹ پیش نظر تھے ۔ جن میں سے بعض کے مواد بھی جمع کیے جانے لگے تھے ۔ کہ دفعتاً ایک ہاشمی النسل مبلغ و مجاہد اسلامی کے حسن خدمات کی تفصیلی ضرورت یاد آئی ۔ ممکن تھا کہ میں اور بزرگواروں کی طرح ان کی خدمات کی تفصیل کیلئے بھی اپنے اُسی اجمالی بیان کو کافی سمجھتا جو مجلدات اسوۃ الرسولؐ میں اپنے اپنے مقامات پر لکھے گئے ہیں ۔ مگر ان کی جان نثارانہ خدمات اور مخلصانہ جذبات کی حقیقت و اصلیت واقعیت و اہمیت نے کسی طرح اپنی خصوصیت کو عمومیت کے پردے میں چھپائے رکھنے کی اجازت نہیں دی ۔

وہ کون ہاشمی الاصل اور مطلبی النسل بزرگوار ہیں؟ وہ حضرت **جعفر الطیار** ابن ابیطالب ہیں۔ تاریخ و سیر کے مشاہدات بتلا رہے ہیں کہ اسلام کے ارتقاء و وسعت حمایت و تقویت کی کوششوں میں جس ایثار نفسی کے ساتھ بنی ہاشمیوں نے اور بنی ہاشمیوں میں آل ابی طالب نے کام لیا ہے ویسا عرب کے دوسری قوم و قبیلہ کی کسی فرد واحد نے نہیں لیا اس بنا پر یہ کہنا بالکل حقیقت ہے کہ جس طرح ابیطالب نے اپنے زمانہ حیات مین حمایت وحفاظت کے محاسن خدمات دکھلا کر اسلام اور بانی اسلام علیہ و آلہ السلام پر احسان کیے اسیطرح اُن کی اولاد نے اپنے پدر بزرگوار کی تعلیم کے موافق اسلام کی حمایت و نصرت اور بانی اسلام علیہ و آلہ السلام کی رفاقت وحفاظت مین اپنی جان نثارانہ خدمات دکھلا کر اسلام پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے احسانات قائم کر دیئے۔

مگر اسکو کیا کیا جاوے کہ باوجود اتنی جان نثارانہ اور سرفروشانہ خدمات کے بھی جس نا توجہی اور ناپرسی غفلت اور نفرت کی وجہ سے انکے حسن خدمات بُھلائے گئے اور مٹائے گئے ویسے کسی دوسرے کے نہیں اس ناپرسی اور ناتوجہی میں رفتہ رفتہ ایسی شدت اور عصبیت پیدا کی گئی کہ خلافت امویہ کے دور میں۔ علاقۂ خراسان سے لیکر ولایت مرو اور مضافات ترکستان تک کی تمام زمین آل جعفر کے خون سے رنگین کر دی گئی۔ اگر ہم ان خونین واقعات کی یہان تفصیل کرنا چاہیں تو ہمکو آل جعفر کے اقبال داد بار اور زجر و مد کی پوری تاریخ لکھدینی ہو گی۔

اس لیے ہم ان تمام واقعات سے قطع نظر کر کے اپنے موجودہ مقالہ افتتاحیہ مین صرف اتنا لکھکر دکھلا دینا ضروری سمجھتے ہین کہ جس جان نثار اور غمگسار اسلام کی آل و اعقاب کے ساتھ اُمرائے اسلام اور رہنمائے شریعت نے یہ وحشیانہ اور خونخوارانہ طرز عمل قائم رکھے وہ ابتدائے اسلام سے لیکر اپنے آخر وقت تک اسلام کا کتنا بڑا محسن و معاون ثابت ہوتا ہے۔

اس مین کسی کو کلام نہین ہوسکتا کہ دنیاے اسلام مین کثیر التعداد بزرگون کے ایسے
نام لیے جاسکتے ہین جو اسلام کے اعلی سے اعلی خدمات بجالائے ہین۔ لیکن جب اُنکی تفصیلِ خدمات پر
تحقیق کی نظر ڈالی جاتی ہے تو وہ ایک صنف خاص کی حد سے آگے نہیں بڑھتین۔ بخلاف
اُنکے جب حضرت جعفر الطیّار کے محاسن خدمات پر نگاہ غور کرتے ہین تو معلوم ہوتا ہو کہ اُن کی
خدمات کسی صنف خاص تک محدود نہین کیجا سکتین۔ حضرت جعفر طیّار۔ اسلام کے مبلّغ
بھی تھے اور معلّم بھی۔ رسالت کے سفیر بھی تھے اور مشیر بھی۔ بارگاہ نبوت کے نمایندہ
بھی تھے اور تقریر کنندہ بھی وہ مہاجر الی اللہ بھی تھے اور مجاہد فی سبیل اللہ بھی۔
یہانتک کہ اپنی اسی آخری خدمت مین تو اس جانبازی اور سرفروشی سے کام لیا گیا کہ نوّے
زخمہاے تیغ و سنان کھا کر اسلام کا یہ اصلی اور حقیقی جانفروش ہمہ تن گل پوش ہو کر نقاب بدی
مین ہمیشہ کیلیے روپوش ہو گیا۔ سلام اللہ علیہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

اس رسالہ مین حضرت جعفر طیارؓ کے تمام محاسن خدمات ابتدا سے لیکر انتہا تک
پوری تفصیل کے ساتھ لکھدیے گئے ہین خصوصاً آپکے ابتدائی حالات مین تاریخ و سیر کے
اُن انکشافات سے کام لیا گیا ہو جنپر خود غرضی اور اپنی عیب پوشی کی ضرورتون سے خاص
طور پر نقاب افگنی کی گئی تھی۔

حضرت جعفرؓ کے حالات کے ساتھ ہی ساتھ حضرت ابطالب کے بڑے صاحبزادے
طالب ابن ابیطالب کے واقعات بھی جہانتک تجسّس اور تلاش سے مل سکے ہین قلمبند
کردیے گئے ہیں۔ اس غیور بنی ہاشم کے حالات تو اخفا و انزوا کے اس انتہائی درجہ تک پہونچے ہوئے
تھے کہ حضرت ابیطالب کی کنیت مین طالب کی نسبت خاص سے ہر شخص اتنا سمجھ لیتا تھا کہ آپکے

علم و واقفیت نہین۔ اکثر حضرات کو یہ خیال ہوتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابو القاسم کی طرح حضرت ابیطالب کے بھی کوئی صاحبزادے طالب نامی ہونگے جنکی نسبت سے آپ کی کنیت ابیطالب مشہور ہوئی۔ مگر قاسم کی طرح طالب بھی کم سنی ہی مین انتقال فرما گئے لیکن تاریخ و سیر کی تفحص و تجسس سے یہ جوان ہاشمی ایسا پرہمت اور صاحب حیا و غیرت ثابت ہوتا ہے کہ دنیائے اسلام مین مشکل سے اُس کی مثال پیدا کیجا سکتی ہی۔

یہ رسالہ انھین واقعات و مضامین کا مجموعہ ہے جو عام اطلاع و واقفیت کی غرض خاص سے مرتب کیا گیا ہے امید کہ بالغ نظران قوم و ملت اس مختصرۂ حاضرہ کو بھی اپنی قبولیت و پسندیدگی کے اعزاز و امتیاز سے سرفراز فرمائین گے۔

المؤلف الاحقر

کوائتھ ضلع آرہ
شریف العمارت

سیّد اولاد حیدر عفی عنہ

اگست ۱۹۳۳ء

الحمد لله رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة والسلام علی خیر خلقه

محمد وآله الطیبین الطاهرین المعصومین

اسم مبارک جعفر لقب مطہر الطیّار - ذوالجناحین ہے - حضرت ابی طالب کے تیسرے صاحبزادے تھے - اس تفصیل سے کہ باتفاق جمہور حضرت ابیطالب کے چار صاحبزادے مشہور ہین - سب سے بڑے - طالب جن کے نام سے عرب کے قدیم قاعدۂ کنیت کے موافق عمران کے عوض باپ کا نام ابیطالب مشہور ہوا - دوسرے عقیل تیسرے جعفر چوتھے اسد اللہ الغالب علی ابن ابیطالب علیہم السلام -

ان چارون بزرگوارون کے سن ولادت کی تعیین مشکل ہے اس لیے کہ سوا ے حضرت علیؑ کے اور کسی بزرگ کا سال ولادت معلوم نہین ہوتا - مگر ایک قول مشہور سے اتنا تحقیق ہوتا ہے کہ ان چارون بزرگوارون کی عمرون مین دس دس برس کی تفاوت واقع تھی - اسی بنا پر اکمال فی اسماء الرجال مین صاحب مشکواۃ نے حضرت علیؑ اور حضرت جعفرؑ کے درمیان مین دس برس کی تفاوت سن لکھکر بتلائی ہے -

لیکن بچپن تک کے حالات کسی کتاب سے معلوم نہین ہوتے - یہ بالکل صحیح ہے کہ جناب جعفرؑ نے اپنے والد ماجد حضرت ابیطالب کے سایۂ عاطفت مین پرورش پائی - اور شرفائے مکہ کے تمدّن اور اصول معاشرت کے مطابق عموماً اور بنو ہاشم کی خاندانی تہذیب و اخلاق کے اصول امتیازی کے موافق - خصوصاً اطوار کی پاکیزگی - اخلاق کی درستی - عادات کی اصلاح - خیالات و جذبات کی صفائی کی تعلیم و تربیت حاصل فرمائی - اس زمانہ مین حضرت جعفرؑ کی بڑی خوش قسمتی تو یہ تھی کہ انھین کے گھر مین آفتاب رسالت و ارشاد اُن دونون ضیاگستری کے لیے تیار تھا -

رسول اللہ کی قدیم رفاقت

یہی وہ مبارک زمانہ تھا کہ حضرت ابیطالب خوف کفّار اور جناب رسولخدا صلعم کی حفاظت جان کی غرض خاص سے رات کے وقت آنحضرت صلعم کو آپ کے بستر استراحت سے اُٹھا کر اپنے پہلو مین سُلا لیتے تھے - اور اپنے بیٹون مین سے کسی کو کبھی عقیل کو کبھی جعفرؑ کو اور کبھی علیؑ کو آپ کے مقام پر سُلا دیتے تھے - اس لیے کہ اگر رات کو دشمن اپنے کافرانہ اور خونخوارانہ حملہ مین کامیاب بھی ہوتے تو زیادہ سے زیادہ ان کے لڑکون مین سے کسی ایک کی جان جاتی لیکن شہنشاہ رسالت کی عدیم المثال اور بیش بہا جان بال بال بچ جاتی - چنانچہ اسلام کے تمام مورخین و محدثین نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابیطالب کی غایت محبّت و شفقت اور کمال ایثار کے ثبوت مین لکھا ہے علّامہ علی ابن برہان الدین شافعی انسان العیون مین لکھتے ہین -

وکان ابوطالب فی کل لیلۃ یامر رسول	حضرت ابیطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو ہر رات
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان یاتی	اپنے بستر پر لیٹنے کو کہتے تھے اور جب سب لوگ
فراشہ ویضطجع مکانہ فاذا نام الناس	سوجاتے تو آپ کو وہان سے اُٹھا کر اپنے کسی بیٹے
اقامہ وامر احد بنیہ او غیرھم من اخوتہ	یا بھائی یا ابن عم کو آپ کے بستر پر اس خوف سے سلادیتے

ان بغیالہ احد ممن یرید بہ السوء ۔ رکھتے ہین آپ کو کوئی تکلیف نہ پہونچا سکین۔

اس واقعہ سے ثابت ہوگیا کہ حضرت جعفر طیارؓ کو صغر سنی ہی سے فرش رسولؐ پر آرام کرنے کا شرف و اعزاز برابر حاصل ہوا کرتا تھا اور آپ ہی پر منحصر نہین ۔ جیسا کہ ہم اوپر لکھ بھی آئے ہین آپکے اس اعزاز و امتیاز خاص مین باری باری سے آپ کے تینون بھائی اور قریب قریب تمام بنی عبدمطلب شامل تھے ۔ افسوس کہ اتنی قدیم رفاقت قدیم صحبت قدیم یکجائی و یکجہتی کے تاریخی مشاہدہ کی موجودگی مین بھی شبلی صاحب بنوہاشم یا بنی عبدالمطلب مین سے کسی ایک کو بھی آنحضرت صلعم کے احباب خاص مین داخل کرنا پسند نہین کرتے ۔ جیسا کہ اسوۃ الرسول جلد دوم مین منقدانہ تفصیل کے ساتھ لکھکر بتلا دیا گیا ہے ۔

ہر شخص کو معلوم ہے کہ حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد ۔ اُن کی وصیت کے موافق جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت ابیطالب کے دامان تربیت مین پرورش پا رہے تھے ۔ حضرت جعفرؓ پر موقوف نہین خاندان ہاشم کے تمام افراد کو اسیوقت سے آنحضرتؐ کے فیوض ہدایت و ارشاد سے بہرہ اندوزی کا پورا موقع حاصل تھا اور ہر سعادتمند اپنے امکان و مقدار کے اعتبار سے شہنشاہ رسالت کی خلوت ۔ جلوت ۔ صحبت و رفاقت اور مکالمت و مجالست کے فیوض سے برابر مستفیض ہوتا تھا ۔

آنحضرت صلعم اور حضرت ابیطالب کی اعانت

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا سن پچیس برس کا ہو گیا اور حضرت صدیقہ کبریٰ خدیجۃ الطاہرہ سلام اللہ علیہا زینت افروز مشکوے رسالت ہو چکین تو شہنشاہ رسالت نے اپنے عم محترم حضرت ابیطالب کی کثیر العیالی اور تنگ حالی مین اپنے شفیق اور محسن عم بزرگوار کی بخوش عنوانی حمایت و اعانت فرمانی چاہی ابن ہشام اس واقعہ کو مفصلہ ذیل عبارت مین لکھتے ہین ۔

وکان ابوطالب ذا عیال کثیر فقال ۔ حضرت ابیطالب کثیر الاولاد تھے ۔ اس بنا پر

الى بني هاشم يا عباس ان اخاك
كثير العيال وقد اصاب الناس ما ترے
من هذه الازمة فانطلق بنا اليه فلنخفف
عنه من عياله اخذ من بنيه رجلا و
تاخذ انت رجلا فنكفهما عنه فقال
عباس نعم فانطلقا حتی اتيا ابی طالب
فقالا انا نريد ان نخفف عنك من عيالك
حتی ينكشف عن الناس ما هم فيه
فقال لهما اذا تركتما لی عقيلا فاصنعا
ما شئتما (قال ابن هشام ويقال عقيلا
وطالبا) فاخذ رسول الله صلعم عليا
فضمه اليه واخذ العباس جعفرا
فضمه اليه فلم يزل علی مع رسول الله
صلعم حتی بعثه الله تبارك وتعالی
نبيا فاتبعه علی رضی الله عنه وامن
به وصدقه ولم يزل جعفر عند العباس
حتی اسلم واستغنی (ص ۸۵ مصر)

جو اسوقت تمام قبیلہ بنی ہاشم مین سب سے زیادہ فارغ البال
اور خوشحال تھے - ارشاد فرمایا کہ آپ دیکھتے ہین کہ (ابیطالب)
آپ کے بھائی کثیر العیال ہین اور اسوجہ سے تنگ حال
ہم لوگون کے لیے مناسب ہے کہ اُن کی عیالداری کے
بار کو ہلکا کردین - اس طرح سے کہ اُن کے بیٹون مین سے ایک
ایک بیٹے کو ہم اپنے ذمہ لے لین حضرت عباس نے اس مشورے
کو منظور کرلیا - یہ دونون حضرات حضرت ابیطالب کے پاس
تشریف لائے اور اپنی مشورت سے اُن کو مطلع فرمایا - یہ سنکر
ابیطالب نے کہا کہ عقیل کو میرے پاس چھوڑ دو - ابن ہشام
کہتے ہین کہ عقیل اور طالب دونون کا نام لیا تھا اور باقی
بچون کے لیے جو آپ دونون صاحب چاہین انتظام کرلین
یہ سنکر جناب رسولخدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ
کو لیکر اپنے عیال مین لا لیا اور پھر اُسوقت تک کہ جناب رسولخدا
صلعم درجہ نبوت پر فائز ہوئے اور حضرت علی مرتضیٰ نے
آپ کی تصدیق نہ فرمائی اور آپ پر ایمان نہ لائے - آپ سے جدا
نہوئے (یعنی اپنی خانہ داری علیحدہ نہ کی) اسیطرح جعفر
کو لیکر حضرت عباس نے اپنے عیال مین شامل کرلیا اور
حضرت جعفر بھی اُسوقت تک کہ آنحضرت صلعم پر ایمان نہ لائے اور اپنی معیشت کے کاروبار خود نہ کرسکے حضرت عباس سے
با نہ ہوئے -

حضرت جعفر کی

جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت جعفر کی ایام طفولیت

مقام ایک - جگہ ایک - گھر ایک - آنگن ایک - گھر کا مربی اور سرپرست ایک - ایسی یکجائی اور یکجہتی کی شبانہ روز صحبت و رفاقت نے اور شہنشاہ رسالت کے ارشاد و ہدایت اور اخلاق و اشفاق نے یقیناً جناب جعفرؓ کے قلب مین اپنا پورا اثر پہونچا یا تھا - اور یہ رسالت کے روحانی - اخلاقی اور تعلیمی فیوض سے بالکل لبریز تھے - اسلامی واقعہ نگاران نے نہین معلوم بنی ہاشم کے تفصیلی حالات سے کس خطا و قصور پر کوتاہ قلمی اختیار کی ہے کہ معمولی سے معمولی مسلمان عرب کے تمام حالات و واقعات تو اُن کی چھوٹی بڑی سب کتابون مین بھرے پڑے ہین مگر جب ایک متلاشی اور محقق خاندان ہاشم اور عبد المطلب کے معزز و ممتاز فرد خاص کے حالات و واقعات معلوم کرنا چاہے تو باستثناے حضرت حمزہ اور حضرت علی علیہما السلام کے کسی اور بزرگ کے کوئی ابتدائی حالات معلوم نہین ہو سکتے - اس کی وجہ بنی ہاشم سے اُن کی بے سروکاری ہے جسکو ہم کافی تفصیل کے ساتھ مجلدات اسوۃ الرسولؐ مین دکھلا چکے ہین -

لطیف ترین تو یہ ہے کہ عام طور سے حضرت جعفر کے سابق الاسلام اور قدیم الایمان ہونے کا اقرار تو سب کو ہے - لیکن کسی صاحب کو آپ کی سابق الاسلامی اور قدیم الایمانی کا سن و سال یاد ہے اور نہ وقت و زمانہ - حضرت جعفرؓ پر موقوف نہین - نہ ابو عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب کے ایسے شہید اول اور خالص جان نثار اور نہ آپ کے بھائی ابو سفیان بن حارث کے ایسے شجاع و مجاہد اسلام اور نہ مصعب ابن عمیر ہاشمی کے ایسے اول معلّم اسلام کے شرف باسلام ہونے کے حالات کہین مرقوم پائے جاتے ہیں -

خاندان ہاشم سے ان کی بے تعلقی ان کے حالات کے استخفاف کا باعث ہے - جب سرے سے شواہد ہی موجود نہ ہون تو کسی واقعہ کا زمانہ وقوع معلوم کرنا ایک سیرت نگار کے لیے کتنا دشوار ہے - سوائے اس کے کہ واقعات قرب و بیش کے زمانہ معین سے اس کی قدامت اور وقت وقوع کی تحقیق کیجائے اور چارہ کار ہی کیا ہے - جو بندہ یابندہ

کہ کوئی دوسرا حضرت جعفرؑ کے مقابلہ مین سابق الاسلام ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ بعثت سے تھوڑے ہی دنوں بعد کا یہ واقعہ تاریخ کامل ابن اثیر مطبوعہ مصر ص ۴۳ اور سرور المحزون شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی مین مرقوم ہے۔ جس کا اُردو ترجمہ مفصلہ ذیل عبارت مین پیش کیا جاتا ہے۔

ایک دن حضرت ابیطالب جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے گئے حضرت جعفرؑ بھی ساتھ تھے۔ دیکھا کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ باہم نماز پڑھ رہے ہین یہ دیکھکر حضرت ابیطالب نے جعفرؑ سے فرمایا کیا تم نہین دیکھتے کہ تمھارے بھائی حضرت رسولخدا کا ایک پہلو خالی ہے۔ علیؑ تمھارے بھائی ایک طرف کھڑے ہین تم اُن کی دوسری جانب کھڑے ہوجاؤ اور نماز پڑھو۔ حضرت جعفرؑ نے فوراً تعمیل حکم کی۔

حضرت جعفرؑ کے ذوالجناحین ہونے کی بشارت

اسی واقعہ کو ایک قیمتی اضافہ کے ساتھ امام محمد بن عبید اللہ خطیب بن محمد الملقب بہ شیخ ولی الدین صاحب مشکوٰۃ شریف اپنی کتاب الکمال فی اسماء الرجال مین مفصلہ ذیل عبارت کے ساتھ تحریر کرتے ہین۔

حضرت علیؑ کہتے ہین کہ ایک روز ہم جناب رسول خدا صلعم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے مین ابوطالب آئے۔ حضرت نے اُن کو دیکھکر فرمایا کہ اے چچا تم کیون نہین اُتر کر ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہو۔ اُنھون نے کہا اے میرے بھتیجے مین جانتا ہون کہ تم حق پر ہو مگر مین یہ اچھا نہین سمجھتا کہ مین تو سجدہ کرون اور لوگ میری ہنسی اُڑائین اور بے حرمتی کرین (پھر جعفرؑ سے مخاطب ہوکر کہا) اے جعفرؑ تم جاکر اپنے بھائی کے بازو سے ملکر نماز پڑھو۔ چنانچہ حضرت جعفرؑ نے حضرت صلعم کے بائین طرف کھڑے ہوکر نماز پڑھی تو آپ نے حضرت جعفرؑ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ خبردار ہوجاؤ تم نے جو رسولؐ کے بازو سے ملکر نماز پڑھی تو اُس کے صلہ مین خدا جنت مین دو پرون کے

عـــہ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نماز بحالت خفا کسی درہ کوہ مین بخوف کفار پڑھی جاتی تھی اور حضرت ابیطالب کسی بلند مقام پر اُسوقت کھڑے تھے اسی لیے تو اُتر کر چلے آنے کا حکم ہوا۔ آنحضرت صلعم کس زمانہ مین پوشیدہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ اسی سے

بازو دے گا جن سے تم جہاں جا ہو گے اُڑتے پھرو گے - الکمال فی اسماء الرجال (اُردو ترجمہ) مطبوعہ کرزن پریس دہلی ص ۲۲

ان واقعات سے حضرت جعفرؑ کی قدامت اسلامی کا پورا اندازہ کیا جا سکتا ہے اسلیے حضرت جعفرؑ کا اسلام کبھی اُن سابق الاسلام حضرات سے پیچھے نہیں ٹھہرایا جا سکتا - جن کی سبقت اسلامی تو پیچھے پہلے اولیت اسلام کے خواہ مخواہ دعوون سے دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے گئے ہین - اور آخر مین اولیت تو کجا اُن کی سبقت اسلام بھی پچاس مسلمانون کے بعد ثابت ہوتی ہے -

اسماء الرجال میں صاحب مشکوٰۃ نے بڑی احتیاط قلمی کے ساتھ اسلام لانے والوں میں حضرت جعفرؑ کا اکتیسواں نمبر قائم کیا ہے اور سند کوئی نہیں۔ تعجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جس بزرگ کو آپ اتنا قدیم نماز پڑھنے والا بتلا رہے ہین پھر اُسی کو آپ اتنا پیچھے اسلام لانے والا ٹھہرا رہے ہیں - نہیں معلوم کہ صاحب مشکوٰۃ نے اپنے اس دعوے کو کس دلیل پر قائم کیا ہے - کیا رسول اللہ ص کے ساتھ کسی شخص کا نماز پڑھنا اُس کے مسلمان ہونے کی دلیل اور اُس کے مومن ہونے کا ثبوت نہین ہو سکتا؟ اگر بفرض محال ہم تھوڑی دیر کے لیے رسول کے ساتھ ہمراہی نماز کو دلیل اسلام نہ مان لیں بلکہ آپ ہی کے اس مختار کو تسلیم کر لیں کہ حضرت جعفرؑ اکتیسوین نمبر کے مسلمان تھے - تاہم حضرت ابوبکر سے حضرت جعفرؑ کا اسلام سابق معلوم ہوتا ہے کیونکہ امام المؤرخین طبری کی اُس روایت سے جس کو اُنھون نے محمد بن سعید کی اسناد سے نقل کیا ہے - حضرت ابوبکر کا اسلام پچاس آدمیون کے بعد ثابت ہوتا ہے تو اس اعتبار و شمار سے بھی قبول کنندگان اسلام کی فہرست مین حضرت جعفرؑ حضرت ابوبکر سے مبتدیان اسلام مین اُنیس نمبر آگے بڑھ جاتے ہین -

اس واقعہ کا زمانہ بلحاظ قدامت اتنا قدیم معلوم ہوتا ہے کہ اُسوقت تک جناب رسول خدا

ادا کرنیکے مجاز نب اللہ ماذون نہین ہوئے تھے۔ اسی باعث سے۔ جیسا کہ بالاتفاق تاریخ و
سیر کی کتابون سے ثابت ہے آنحضرت صلعم کفار قریش کی مخالفت اور مشرکین مکہ کی شقاوت
کے خوف سے پہاڑون مین۔ پہاڑون کے غارون مین۔ گھنے جنگلون مین سنسان میدانون مین
جا کر نماز پڑھا کرتے تھے اُسوقت سواے حضرت علیؑ مرتضیٰ کے کوئی دوسرا آپ کا رفیق و
شریک نہین معلوم ہوتا تھا۔ نہ معلوم اُسوقت زید بن حارثہ یا اور کوئی بزرگ جن کی سبقت
اور اولیت اسلام ثابت کرنے کے لیے دفتر کے دفتر سیاہ کیے جاتے ہین کیون پیچھے رہجاتے
تھے۔ اور کیون اپنے رسولؐ کے ساتھ نماز ادا نہ فرماتے تھے۔ یا خود جناب رسولخدا صلعم اپنے
ان رفیقان قدیم اور اپنے احباب خاص کو اپنے ہمراہ اداے نماز کے لیے کیون نہ لے لیا
کرتے تھے؟

ان تمام سوالات کے جواب یہ ہین کہ واقعہ کی حقیقت تو یہ ہے کہ اُسوقت تک سواے
حضرت علیؑ مرتضیٰ علیہ السلام کے نہ کوئی اسلام لایا تھا اور نہ کوئی ایمان۔ اگر لائے ہوتے
تو ضرور رسول اللہ صلعم کے ساتھ شریک نماز ہوتے۔ اور اگر تھوڑی دیر کے لیے یہان بھی
لیا جاے کہ سواے حضرت علیؑ کے اور لوگ بھی اسلام لا چکے تھے۔ تو سمجھ لینا چاہیے
کہ وہ حضرات اُسوقت تک حدود اسلامی کے ابتدائی منازل تک پہونچے تھے۔ اور
معارف ایمان کے مراتب تک نہین فائز ہوئے تھے۔ نماز کی ادا اور رسولؐ کی اقتدا تک سے
واقف نہ تھے۔ اس بنا پر اُن کا رسول صلعم کے ساتھ نماز مین شریک نہ ہونا مستبعد نہین
ہوسکتا۔ دوسرے یہ کہ مدبران قدرت نے رسالت اور اُس کے تمام فرائض و ارکان
کے اعلان پر اُسوقت جناب رسول خدا صلعم کی حفاظت جان کی مصلحت خاص کو ترجیح
دی تھی۔ اس لیئے اپنے رسول برحقؐ کو نماز بالاعلان کا حکم دیا تھا اور نہ علانیہ تلاوت قرآن کا
غرضکہ اُسوقت سے لیکر ایک مدت خاص تک جبتک اہل اسلام اور ارباب ایمان کی

ایک معتد بہ جماعت وقت ضرورت رسول اللہ صلعم کی اعانت وحمایت کے لیے طیار نہ ہولی
رسالت کی ہدایت وارشاد کے تمام نظام اور تعلیم وتبلیغ اسلام کے تمام ارکان صیغہ راز مین
رکھے گئے۔ اور مخفی طور پر انکی ادا کیے جانے کی تاکید فرمائی گئی تھی اس بنا پر اگر کچھ اور لوگون کا
اُسی وقت اسلام لانا تسلیم بھی کر لیا جائے تاہم اُن کے محض مبتدی اسلام ہونے کے باعث
وہ باعتبار کمال ایمان کے اتنے معتبر نہیں تھے کہ منصب رسالت کے نظام راز مین رفیق
وشریک بنائے جائین۔ اس سبب خاص سے جناب رسولخدا صلعم نے ان حضرات کو اسوقت
نماز مین اپنا شریک نہ بنایا اور اپنی ایسی تنہائی کے عالم مین بھی تنہا اُسی نفس قدسی برکت کو
اپنا شریک ورفیق۔ دمساز وہمراز بنایا۔ جو عین نفس رسول تھا۔ جس کی فطرت صالحہ مین
ایمان واسلام کامل کی دونون نعمتین بیک بار ودیعت فرمائی گئی، تھین ۔
حضرت جعفرؓ کی ذاتی عظمت ومنزلت۔ آپ کے اسلام وایمان کی کامل صداقت اور
خدا ورسولؐ کے آگے آپ کے اقتدار واعتبار کی ایسے صحیح اور مستند ترین مثالین اور کیا
پیش کیجا سکتی ہین کہ رسالت کے ایسے عالم راز مین بھی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے عملی ہمراز بنا لیئے گئے ۔ اور پایۂ اعزاز وامتیاز مین نفس رسولؐ کے پہلو بہ پہلو کھڑے
کر والیے گئے ۔ قرائن بتلا رہے ہین اور مشاہد تاریخی صاف صاف دکھلا رہے ہین کہ اسوقت
تک جناب رسول اللہ صلعم کے ساتھ نماز پڑھنے والا اور فرائض الٰہی مین عملی طریقہ سے
رسولؐ کی اقتدا کرنے والا تمام دنیا مین سوائے ان دونون بھائیون علیؑ وجعفرؓ کے کوئی دوسرا
خوش قسمت نہین تھا۔ کتابون مین کوئی تفصیل ہو تو صحیح طور سے معلوم ہو سکے کہ بعثت
کے کئے دنون بعد یہ واقعہ پیش آیا۔ جب کوئی شاہد تاریخی اس کے وقوع کا کوئی خاص زمانہ
اور وقت نہیں تعین کرتا تو لامحالہ قرائن حالات سے مدد لینی ہوگی اور ماحول واقعات سے

کے اسلام لانے سے یقیناً بعد مین واقع ہوئی - بالکل قرین عقل وقیاس ثابت ہوتی ہے - اسی بنا پر اکثر ان محدثین و مورخین اسلام نے حضرت علیؑ کے بعد زید کے اسلام لانے کو اپنا مختار قرار دیا ہے اور محققین کا بھی علی الاکثر اسی پر اتفاق ہو چکا ہے تو دیکھنا چاہیے کہ باوجودیکہ زید گھر کے قدیم اور معتمد غلام تھے - اسلام سے مشرف بھی ہو چکے تھے مگر تاہم وہ اُسوقت تک رسالتؐ کے نظام عملی مین ہمراز نہ بنائے گئے - اور شرکت نماز کے لیے گھر سے یہانتک ہمراہ نہ لائے گئے - لیکن جناب جعفرؓ بلا طلب خود آگئے تو بلا عذر جماعت نماز مین فوراً شریک بنا لیے گئے - اسی سے جناب جعفرؓ کے ذاتی اعزاز اور زید کے ساتھ آپ کے امتیاز خاص سمجھ لیے جائین گے - بہر حال - اس مین اب کوئی کلام باقی نہین رہا کہ بعثت کے چند ہی دنون کے بعد حضرت جعفرؓ مشرف باسلام ہوئے -

حضرت جعفرؑ کی شادی اور معاشرت کی درستی

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حضرت جعفرؑ کی پرورش حضرت عباس سے متعلق ہوئی تھی حضرت عباس بنی ہاشم مین بڑے فروغ یافتہ تاجر تھے - چچا کی مربیانہ شفقت اور بھتیجے کی فطرتی قابلیت اور صلاحیت نے تجارت مین تھوڑے ہی عرصہ مین اپنے آپ کو ہوشیار اور تجربہ کار بنا لیا اور اتنا کہ اپنی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے جعفر اپنے پاؤن سے آپ کھڑے ہو سکین اور اُمور معاشرت مین کسی دوسرے کی استمداد و اعانت کا سہارا نہ ڈھونڈھین - حضرت عباس نے جب اپنے بھتیجے مین ان اُمور کی کامل صلاحیت اور قابلیت کا اندازہ کر لیا تو اپنے مربیانہ اور بزرگانہ شفقت کے تقاضائے خاص اور اپنے خاندانی اصول تمدن و معاشرت کے مطابق ان کے خانہ آبادی کی بھی فکر کی اور اسی فکر کے ساتھ ان کی خانہ داری کے سامان و اسباب کی درستی و ترکیب کی طرف بھی توجہ کی -

حضرت جعفر بھی بالغ ہو چکے تھے - [illegible]

اوصاف جمع ہو گئے تھے - جو شرفائے عرب کے ہونہار اور باعث افتخار فرزندان عظیمین
ہونے چاہییں - انھین محاسن کے اعتبار سے خاندان وقبیلہ کیا تمام شہر مکہ کے معزز
و مقتدر لوگون کی نظر خصوصیت کے ساتھ حضرت جعفرؓ پر پڑا کرتی تھی اور ہر شخص کے
دل مین آپ کی محبت وعزت جانشین ہو گئی تھی -

یہ کہنا مشکل ہے کہ حضرت جعفر کو اپنی شادی کا خیال نہین تھا - نہین ضرور تھا -
اس لیے کہ ہندوستان کے تمدن سے عرب کے تمدن کا مقابلہ نہین کیا جا سکتا ہمارے ہان (ہندوستان کا)
تمدن کامل بالغ اور پورے جوان ہونے پر بھی ہمارے نوجوانون کو بذات خاص اپنی خانہ آبادی
کی فکر کرنے کی اجازت نہین دیتا اور یہ بار بھی والدین کے سر رکھا جاتا ہے - افسوس کہ
موجودہ تہذیب وروشنی کے زمانہ مین بھی ابھی تک ہمارے نونہالان خاندان کو اپنے
والدین کے ساتھ اتنے اظہار رعایت کی بھی توفیق نہین ہوتی ہے -

عرب کا قانون تمدن اس کے بالکل خلاف ہے - وہان لڑکا بالغ ہو کر آپ اپنی
معاشرت کی درستی کا خیال پیدا کرتا ہے اور اُس کے اسباب کی فراہمی کا سامان مہیا کرتا
ہے - اپنی خانہ آبادی کی آپ فکر کرتا ہے - والدین کی اجازت اور استصواب رائے کی
ضرورت ضرور ہوتی ہے اور خاص خاص ضرورتون مین حمایت ومعاونت کی بھی مگر
ہمارے ہان کے ایسی نہین کہ جملہ ضرورتین غریب والدین ہی کو پوری کرنی پڑین
گھر کی جائداد کیا گھر تک بیچ ڈالین مگر بیٹے کو پروان چڑھائین -

حضرت جعفر کی شادی کے واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمیس بن مالک نے جو شرفائے
قریش مین اعزاز وامتیاز خاص رکھتے تھے - حضرت جعفرؓ کو اپنا خلعت دامادی عطا
کرنے کی خود خواہش کی اور عرب کے اصول تمدن ومعاشرت کے موافق پہلے حضرت
ابیطالب اور حضرت عباس سے اظہار خیالات کیے اُن کا استصواب رائے حاصل

تم بزرگوار کی سلسلہ دوستی کر دینی بہت جلد منظور تھی اس لیے عمیس ابن نعمان ابن مالک کے پیغام
مین کوئی عذر وکلام نہین کیا۔ نسبت منظور کر لی۔ بات قرار پا گئی جانبین مین شادی کے
سامان ہوئے۔ تاریخ ووقت مقررہ پر حضرت جعفرؑ بزرگون اور عزیزون کے ساتھ عمیس ابن
نعمان ابن مالک کے گھر جا کر اُن کی صاحبزادی حضرت اسمار بنت عمیس کو اپنے گھر بیاہ لائے
عمیس ابن نعمان نے جس خصوصیت کی وجہ سے حضرت جعفرؑ کو اپنی دامادی کیلیے
پسند کیا تھا۔ وہ یہ تھی کہ ان کی بڑی صاحبزادی ام الفضل حضرت عباس کی بی بی تھین
اور جعفر کی پرورش اُنھین کے دامن عاطفت مین ہوئی تھی۔ ان سے بڑھکر جعفر کے صحیح
حالات واوصاف کا جاننے والا کون دوسرا ہو سکتا ہے اور اس مین بھی کوئی کلام نہین کہ
ام الفضل ہی اس نسبت کی تحریک کرنے والی تھین۔ حقیقت مین عمیس کی چارون صاحبزادیان
عرب کی بہت بڑی خوش قسمت۔ صاحب عفت اور ذی معرفت بیبیان گزری ہین۔
جن مین پہلی یہی ام الفضل تھین۔ جو حضرت عباس کی بی بی تھین۔ دوسری میمونہ۔
جو شوہر اول کے بعد جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرف زوجیت پر فائز ہوئین
تیسری اسماء جو حضرت جعفرؑ سے بیاہی گئین۔ چوتھی سلمیٰ جو ابو رافع صحابی کے عقد مین آئین
جناب امام حسن علیہ السلام کی ولادت کے موقع پر یہی قابلہ مقرر ہوئی تھین۔ اور جناب سیدہ
سلام اللہ علیہا کے غسل وتجہیز وتکفین مین اپنی بہن حضرت اسمار کی شریک تھین۔

شغلِ تجارت

شادی کے بعد حضرت جعفرؑ کو اپنی خانہ داری کی فکر دامنگیر ہوئی۔ جو ایک غیور
صاحب شعور اور ذی ہمت جوان کے فرائض مین داخل ہے۔ خدا کے فضل سے تجارت مین
قابلیت اور تجربہ پہلے ہی سے حاصل تھا۔ اور انسان کی معیشت اور سامان معاشرت
کی فراہمی اور درستی مین یہی دونون چیزین زیادہ ضرور ہوتی ہین۔ اس لیے حضرت جعفرؑ
کو ان اسباب کی فراہمی مین کچھ عرصہ نہ لگا۔ اور شادی کے تھوڑے ہی دنون کے بعد آپنے

عرب کے تمدّن کے موافق اور ہندوستان کے تمدّن کے مخالف حضرت عباس کو اس جدائی اور تفریق سے نہ کوئی ملال ہوا اور نہ شکایت - بلکہ غایت درجہ کی مسرت حاصل ہوئی اور فرحت اس لیے کہ اُنھون نے سمجھ لیا کہ اُن کا ہونہار اور لائق کار بھتیجا ہر طریقہ اور ہر سلیقہ سے ہوشیار ہوکر اپنی ضروریات زندگی فراہم کرنے کے لیے آپ آمادہ اور تیار ہوگیا - جو ہر مُربّی و سرپرست اور والدین کی اصلی تمنائے دلی ہوا کرتی ہے - اس اصول تمدّن کی بنا پر حضرت عباس کے نزدیک حضرت جعفرؓ کی یہ تفریق اُن کی بہت بڑی قلبی مسرت کا باعث ہوئی بلکہ اُسی وقت سے اپنے بھتیجے کی ہمت اور عزم و استقلال دیکھکر خیر خواہ اور شفیق چچا کی نگاہ مین اُس کی عزت اور قدر و منزلت پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی - حضرت جعفرؓ چند دنون کے بعد اپنے عیال کے ساتھ اپنے پدر بزرگوار حضرت ابیطالب کے گھر اُٹھ آئے - اور فارغ البال اور مطمئن الحال ہوکر اپنے مصارف معیشت کے آپ ذمہ دار بنے رہے -

یہان پر یہ لکھکر بھی بتا دینا ضروری ہے کہ حضرت ابیطالبؑ کے چار صاحبزادون مین سے طالبؑ - جعفرؑ اور حضرت علیؑ تین بیٹون کی طرف سے تو حضرت ابیطالب بالکل مطمئن اور بے فکر تھے - صرف عقیلؑ کی کفالت اُن کے ذمہ تھی - اور مادام الحیات آپ عقیل کے کفیل بنے رہے - اس لیے جیسا کہ بالاتفاق تمام مؤرخین کا مختار ہے کہ آپکو عقیل کے ساتھ غایت درجہ کی محبّت تھی - اور کسی حالت مین آپ اُن کی مفارقت کو پسند نہین کرتے تھے -

عقیل کے ساتھ طالب کے رکھ لینے کا سوال ابیطالب نے نہین کیا تھا

اصل مؤرخ موسیٰ بن اسحاق کے قول سے تو حضرت ابیطالب کا صرف عقیل کو اپنے پاس رکھ لینے کی درخواست جناب رسولخدا صلعم سے کرنا معلوم ہوتا ہے - مگر خاص ابن ہشام کی تحقیق سے یہ پایا جاتا ہے کہ آپ نے عقیل کے نام کے ساتھ طالب کا نام بھی لیا تھا - حالانکہ واقعات اس کے

ابن عبدالمطلب و حضرت ابیطالب کی اُن کی عسرت و تنگدستی مین دستگیری اور سبکدوشی مقصود تھی - تو اس حالت مین جب دو چھوٹے چھوٹے بچون کا خرچ اُن کے سر سے صرف اُٹھا لیا گیا اور دو بڑے اور قریب بلوغ پہونچے ہوے لڑکون کا بار اُن کے سر ویسا کا ویسا ہی چھوڑ دیا گیا - تو اُن کی سبکدوشی اور فارغ البالی کہان ہوئی - اُن کی گرانباری اور بار برداری کی تضعیف البتہ ہو گئی - حالانکہ اخلاق نبوت کا یہ منشا نہین تھا - مدعا تو یہ تھا کہ آپ اپنے عم بزرگوار کو اُنکی موجودہ پیرانہ سالی اور تنگ حالی مین بالکل فارغ و سبکدوش فرما کر اُن کو آرام و اطمینان سے زندگی بسر کرنے کے لیے چھوڑ دین - اسی لیے حضرت ابیطالب نے جعفر اور حضرت علی علیہ السلام کے لیجانے کے لیے اجازت دیدی - مگر صرف عقیل کو اپنی شفقت و محبت خاص ہونے کی وجہ سے اپنے پاس رکھ لیا - جیسا کہ جمہور اہل تاریخ و سیر کا متفقہ مختار ہے -

آنحضرت صلعم نے بھی حقیقت حال اور چچا کے جذبات محبت کے خیال سے عقیل کی حوالگی پر زیادہ اصرار نہ فرمایا - بلکہ اُن کی تنہائی اور پیرانہ سالی کی بے دست و پائی پر نظر کر کے عقیل کو اُن کے پاس چھوڑ دیا - سوا ابن ہشام کے - طبری - ابن اثیر - ابو الفدا - تاریخ خمیس کسی صاحب تاریخ و سیر کی تصنیف مین عقیل کے ساتھ طالب کے نام لیے جانیکا ذکر نہین ہے -

ابن ہشام کی ضرورت

ابن ہشام کو طالب کے شمول نام مین جو ضرورت واقع ہوئی ہے - وہ صرف شمار فرزندان ابیطالب کے خیال سے پیدا ہوئی ہے - اس قدیم عربی مورخ نے اس تقسیم مین ابیطالب کی اولاد کی تعداد صحیح بتلا دینے کی احتیاط کے خیال سے عقیل کے نام کے ساتھ طالب کا نام لینا بھی اس لیے مصلحت سمجھا ہے کہ کتاب کے پڑھنے والون کو تفصیل سے معلوم ہو کہ حضرت ابیطالب کے چار بیٹون مین سے - دو بیٹے لے لیے گئے - اور دو بیٹے باپ کے پاس چھوڑ دیے گئے -

طالب
ابن ابیطالب

بظاہر تو اس صفائی مین کوئی برائی نہین۔ لیکن اس سے جو خلاف واقعہ غلط فہمی ہوتی ہے وہ ناظرین کتاب و نیز محققین واقعہ کو حقیقت حال کے دریافت سے کوسون دور رکھتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ طالب جو فرزندان ابیطالب مین اولاد اکبر تھے اس تقسیم سے پہلے ہی اپنے والد بزرگوار کو اپنے مصارف کے بارے سبکدوش کر چکے تھے اگرچہ اس بزرگ کے حالات زیادہ تر لامعلوم خیال کیے جاتے ہین۔ لیکن تاہم معدوم قرار دیے جانے کے قابل نہین۔ اس مین کوئی کلام نہین کہ یہ بزرگ سخی آزاد مزاج تھے۔ اور ضرورت سے زیادہ گرفتار علائق اور پابند افکار ہونا نہین چاہتے تھے۔ اسی باعث سے آپ کی حیات کا زیادہ زمانہ خوشی کے عالم مین گزرا۔ محض آزاد مزاجی کی بنا پر آپ کو عیالداری تک کی ضروری زیرباری بھی گوارا نہین ہوئی اور اسی وجہ سے آپ نے ہمیشہ تاہل کے مقابلہ مین تجرد کو ترجیح دی۔ اور جتنے دن بھی دنیا مین رہے شادی نہین کی۔

لیکن اور سب اوصاف ذاتی۔ غیرت۔ ہمت۔ شجاعت۔ دلیری۔ فیاضی شاعری اور سیر چشمی جو بنی ہاشم کے منتہائے شرافت اور معیار سیادت تھے۔ طالب کی طبیعت مین کامل جذبات کے ساتھ موجود تھے اور انھین اوصاف و محامد کے یہ جوانانہ اور دلیرانہ جذبات تھے کہ طالب نے مجرد اور ہمیشہ تنہا (بیک بینی و گوش) ہونے کے بھی۔ جوان ہوتے ہی اپنی ذات واحد کے بارے اپنے والد ماجد کو سبکدوش کر دیا۔ لیکن موجودہ آداب و تہذیب خاندانی کے موافق مادام الحیات باپ کا دامن عاطفت بھی نہ چھوڑا۔ اسی رفاقت و یکجائی کی بنا پر غالباً ابن ہشام نے حضرت ابیطالب کا عقیل کے ساتھ طالب کے رکھ لینے کی خواہش کرنا لکھدیا ہے۔ جو روایت و درایت دونون اعتبار سے قابل وثوق نہین۔

اس مین کوئی کلام نہین کہ حضرت ابیطالب کے پاس دنیا کی دولت کچھ بھی نہین تھی۔
لیکن ایک حقیقت بین محقق کی نظر مین حضرت ابیطالب کے ایسے عالی ہمت باپ کو باعتبار قابلیت

ہوئی تھی کہ دنیا کے کارنامون مین ایسے خوش قسمت بزرگون کی شاذ و نادر اشالین ملتی ہین -

جناب امیرالمومنین علی ابن ابی طالب - جناب جعفر الطیار - ذوالجناحین اور حضرت عقیل کے ایسے مشہور و معروف نسّاب عرب سے معمورۂ عالم مین کس کو معرفت کلی حاصل نہین ہے ان حضرات کے اوصاف مشہورہ سے قطع نظر کرکے - جن لوگون نے طالب ابن ابی طالب کے حالات کو غور سے پڑھا ہے وہ خوب جانتے ہین کہ حضرت ابی طالب کے اس سعادت مند فرزند نے بھی - باوجود اتنی آزادانہ اور محض خموشانہ زندگی بسر کرنے کے بھی - غیرت ہمت - شجاعت اور حمیت خاندانی قائم رکھنے کی وہ عدیم المثال - مثال قائم کی ہے کہ حقیقتاً سوائے ان مینظیر یادگار تمثیلی کے دنیا مین اس غیور بنی ہاشم کی کوئی دوسری یادگار باقی نہین ہے - حقیقت حال اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ثابت کر رہی ہے کہ اس سے بہتر ان کی یادگار ہو بھی نہین سکتی تھی واقعہ تمثیلی کی صورت تفصیلی یہ ہے - کہ جنگ بدر مین محض مجبوری اور مصلحت وقتی کے لحاظ سے بنی ہاشم مین سے معدودے چند افراد نے مشرکین قریش کا ساتھ دیا تھا - وہ حضرات یہ تھے - عباس ابن عبدالمطلب - طالب ابن ابی طالب - عقیل ابن ابیطالب اور نوفل ابن حارث ابن عبدالمطلب ان لوگون نے جن مجبوریون سے بظاہر قریش کا ساتھ دیا تھا اور اُس شرکت و رفاقت کی عین حالت مین بھی جو اُن کے قلوب - اُن کے ارادے اور اُن کی نیت کی کیفیت ہو رہی تھی - اُس کی تصدیق و توثیق خود زبان رسالت کے اُس حکم سے ثابت ہے جو جانبین کے مقابلہ کے عین موقع پر مجاہدان اسلام کو خاص طور پر دیا گیا تھا وہ یہ ہے -

قال لاصحابہ یومئذ انی قد عرفت ان رجالا من بنی ہاشم وغیرہم قد خرجوا کرھاً

آپ نے تمام صحابہ کو اُس دن یہ حکم دے رکھا تھا کہ بنی ہاشم مین سے چند اور اُن کے ایسے اور دوسرے لوگ بھی قریش

بن حرب بن اسد فلا یقتلہ ومن لقی العباس
بن عبد المطلب عم رسول اللہ صلعم لم یقتلہ
فانہ انما اخرج مستکرہا

(ابن ہشام ۱۸)

مین سے کوئی شخص تمکو مل جائے تو تم اُسکو قتل نہ کرنا
اور جس شخص کو ابو البختری بن ہشام بن حرب بن اسد
مل جائے تو وہ بھی اُسکو نہ قتل کرے - اور جس کو
عباس ابن عبد المطلب (عم رسول اللہ صلعم) مل جائیں تو انکو
بھی نہ مارنا کیونکہ وہ کافرون کے ساتھ بکراہت آئے ہین۔

آپ کے اس حکم نے عموماً اور استثنائے قتل بنی ہاشم نے خصوصاً بعض مجاہدین اسلام کے قلوب مین آنحضرت صلعم کی طرف سے جانبداری کے (نعوذ باللہ) شکوک پیدا کردیے چنانچہ ابو حذیفہ بن امیہ نے اُسیوقت علی الاعلان یہ تعریضانہ بیان شروع کردیا۔

انقتل ابناءنا واخواننا وعشیرتنا ونترک
العباس واللہ لئن لقیتہ لالحمنہ السیف
قال فلما بلغت رسول اللہ صلعم فقال لعمر
بن الخطاب یا اباحفص اما تسمع الی قول ابی حذیفۃ
قال عمر واللہ انہ لاول یوم کنانی فیہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم بابی حفص ایضرب وجہ عم رسول
اللہ صلعم بالسیف فقال عمر یا رسول اللہ صلعم
دعنی فلاضرب عنقہ بالسیف فواللہ نافق
فکان ابو حذیفۃ یقول وما انا بآمن من
تلک الکلمۃ التی قلت یومئذ ولا ازال
منہا خائفا الا ان تکفرہا عنی الشہادۃ
فقتل فی الیمامۃ شہیداً

کیا ہم اپنے بیٹون - بھائیون اور قبیلہ والون کو تو مار ڈالین
اور عباس کو چھوڑ دین - قسم بخدا اگر وہ مجھکو مل گئے
تو مین ضرور اپنی تلوار سے اُنپر حملہ کرون گا - جب
اُس کے کلام کی خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی تو آپ نے
حضرت عمر سے پکار کر کہا کہ اے ابا حفص - ابو حذیفہ
کا قول سنتے ہو - حضرت عمر کا بیان ہے کہ یہ پہلا
دن تھا کہ آپ نے مجھکو میری کنیت سے پکارا اور
کہا اے ابا حفص کیا رسول اللہ صلعم کے چچا پر بھی
تلوار چلائی جائے گی - حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ
صلعم ابو حذیفہ نے کلمۂ نفاق کہا ہے مجھے حکم ہو
تو مین اپنی تلوار سے اوس کی گردن اُتار دون -
آنحضرت صلعم کچھ نہ بولے - ابو حذیفہ کا بیان ہے

کرتا رہا اور خدا سے ہمیشہ اسکے کفارے مین طلب شہادت کرتا رہا یہان تک کہ جنگ یمامہ مین شہید ہوگیا۔

فطرت صالحہ اور عامہ مین فرق مابہ الامتیاز ہوتا ہے۔معمول پسند طبیعتین ان باتون کو فوراً اخلاقی کمزوریون پر قیاس کرنے لگتی ہین۔اُسوقت اُن کی غلط بین نگاہ اور غلط اندیش دل و دماغ مین اپنے مخاطب کی کوئی عظمت یا کوئی وقار باقی نہین رہتا۔حالانکہ اگر وہ اُسوقت اپنے قیاس و وہم کو تھوڑی دیر تک ضبط مین لاکر سوچتے تو اُنھین صاف ظاہر ہوجاتا کہ اُن سے خطاب کرنے والا وہی بزرگ ہے جس کی صداقت پر اُنھین اعتبار کامل ہے۔جس کی راستگوئی اور حقیقت بیانی اُن کے آگے یقینی ہین۔اس بنا پر ایسے توہمات و شکوک پیدا کرنا اُن کے واسطے سخت معصیت کا باعث ہے۔جیسا کہ ابو حذیفہ کے حال سے ظاہر ہوتا ہے اور پھر انھین ابو حذیفہ بن امیہ نے اپنی آنکھون سے مشاہدہ بھی کرلیا کہ زبان رسالت سے جس امر کا اعلان فرمایا گیا تھا وہ بالکل حقیقت اور واقعیت سے پُر اور مملو تھا۔چنانچہ خود کفار قریش نے بنی ہاشم کی ان مجبوریون کا خود اقرار کیا اور اپنے ساتھ اُن لوگون کا بکراہت تمام شریک جنگ ہونا تسلیم کرلیا بلکہ اُن کے انھین اقرار و اعترافات نے۔مقابلہ طرفین سے تھوڑی دیر قبل اُن کی جمعیت مین تفریق اور اُن کے اتحاد مین اختلاف و فساد پیدا کر دیا۔

اور اسی عالم خاص مین۔طالب ابن ابی طالبؑ کو اپنے خلوص۔غیرت۔ہمت اور اپنے وقار خاندانی قائم رکھنے کا پورا موقع مل گیا۔تفصیل حقیقت یہ ہے۔

جنگ بدر کے دن۔آفتاب کے نکلتے ہی قریش بھی پہاڑ کے اُس پار آگئے۔مسلمانون کی جانباز جماعت اُن کے آنے سے قبل اُن کے انتظار مین طیار تھی۔قریش اپنے غرور و نخوت مین ایسے مدہوش تھے کہ لشکر اسلامی کی نسبت ابھی اُن کو کسی قسم کی خبر و اطلاع نہین تھی۔عمیر ابن وہب جمحی ایک پھرتیلا اور جوان قریش گھوڑے پر سوار ہوکر بڑی پھرتی سے مسلمانون کی صفون کے قریب آیا اور گھوڑے کو ادھر سے اُدھر تک دوڑاتا ہوا پھر اپنے لشکر

قد رائیت البلایا وعمل المنایا نواضح یثرب تحمل الموت الناقع قوم لیس معہم منعۃ ولا ملجاء الا سیوفہم واللہ ما اری ان یقتل رجل منہم فاذا اصابوا منکم اعدادہم فما خیر العیش بعد ذلک

میں اُن کی جماعت کو دیکھ آیا - اُن کے پاس مدینے کے لدنے اونٹ ہیں - جن پر موت کا سم قاتل لدا ہے اُن کے پاس سوائے اُن کی تلوارون کے اور کوئی بھی جانون کا محافظ اور نگہبان نہین ہے - خدا کی قسم (جرأت وہمت کے اعتبار سے) وہ ایسے لوگ ہین کہ اگر تم اُن کے ایک آدمی کو قتل کروگے تو وہ بھی ضرور تمھارے آدمی قتل کر ڈالین گے لیکن مین تم سے پوچھتا ہون کہ قرابت ویکجہتی کے لحاظ سے اگر تم باخود ہا لڑ کر کٹ بھی مرے تو پس ماندگان کو تمام عمر لطف زندگی نہین ملے گا - ابن ہشام جلد دوم مصر ص ۱۷ -

عمیر ابن وہب جمحی نے لشکر اسلام کی حقیقت جسقدر اپنے لشکر والون سے بیان کی صحیح اور فی الواقع تھی - یہ تو بالکل ظاہر بات ہے کہ آدمیون مین ہر قسم کے خیال وطبیعت کے لوگ ہوتے ہین - صلح پسند - جنگجو - تیز طبیعت - نرم مزاج - نیک نفس - بدطینت - تو پھر کیسے ممکن تھا کہ لشکر کفار کی اتنی بڑی جماعت وجمعیت ترکیب مزاج کے ان مخالف عناصر سے خالی ہوتی - اس بنا پر - صاف دل نرم مزاج - رئیس مکّہ - حکیم ابن حزام - عمیر ابن وہب کی اس تقریر سے بہت متاثر ہوا - اور اس مقابلہ ومقاتلہ کی حقیقت کو کماحقہٗ سمجھکر اپنی نیک نیتی اور انصاف پسندی کے ارادے سے جانبین مین مصالحت کرا دینے پر آمادہ ہوگیا -

یہ خیال کر کے سب سے پہلے حکیم ابن حزام - عتبہ ابن ربیعہ کے پاس جو تمام جمعیت قریش کا سیّد وسردار تھا - آیا اور کہنے لگا - عتبہ - اگر تم چاہوگے تو آج سے لیکر ہمیشہ تک نیکنامی آن واحد مین تمھین حاصل ہوجائے گی - اور وہ ایسی لازوال ہوگی کہ آیندہ کئی پشتون تک تمھاری یادر ہجائے گی - عتبہ بھی حکیم کے ایسے صلح پسند اور نرم مزاج تھا - کہنے لگا تم بتلاؤ اور ضرور بتلاؤ حکیم کہنے لگے طرفین سے جس امر پر کشت وخون ہونے والا ہے اُس کی حقیقت تمھین خوب معلوم ہے - باپ بیٹے کا - بھائی بھائی کا سر کاٹ لینے کے لیے تیار ہے

وہ اتفاق سے تمھارا حلیف ہے۔ ایسی صورت مین ایک دوسرے کی گردن کاٹنے سے بچنے کے لیے آسان ترکیب یہ ہے کہ تم اپنے حلیف حضرمی کا خون بہا اپنی طرف سے دیدو قصہ ختم ہے
عتبہ تھا نیکدل اور صاف مزاج۔ حکیم کی بات بھی تھی عدالت و انصاف سے بالکل لگتی ہوئی۔ تھوڑی دیر سوچنے کے بعد عتبہ فوراً راضی ہوگیا۔

لیکن مشکل یہ آپڑی کہ ابوجہل کی مشورت اور رضامندی بغیر یہ امر ناممکن تھا۔ اس لیے عتبہ نے حکیم کو ابوجہل کے پاس بھیجا اور اُن کی معرفت اپنی رائے کہلا بھیجی۔ وہ عقل کا دشمن۔ اتحاد کا برہم زن ایسا کیا تھا کہ نفاق و فساد کی جا کبھی صلح و اتحاد کی تائید کرتا۔ حکیم سے عتبہ کا پیام سنتے ہی چراغ پا ہوگیا۔ اور عتبہ پر جُبن و بزدلی کے الزام لگانے لگا اور سوء اتفاق سے اُسکو عتبہ ابن ربیعہ کے بدنام کرنے کا یہ ذریعہ بھی ہاتھ لگ گیا۔ کہ اُسکے بیٹے ابوحذیفہ پہلے سے مسلمان ہو چکے تھے۔ اور مہاجرین اولین کے ہمراہ مدینہ آکر ساکن ہو چکے تھے اور اسوقت بھی لشکر اسلامی مین جانفروشی کے لیے سر کبف سامنے استادہ تھے اس بنا پر وہ صاف صاف لفظون مین کہنے لگا کہ عتبہ کی یہ ساری بزدلانہ ترکیبین اپنے بیٹے کی جان بچا لینے کے لیے ہین۔

حکیم اُس کے یہ مغویانہ کلمات سنکر اُس کے پاس سے فوراً واپس آئے۔ اس اثنا مین یہ خبر تمام جمعیت قریش مین پھیل گئی۔ جو لوگ نیک نیت اور انصاف پسند تھے۔ وہ عتبہ کی تجویز کے موافق اور ابوجہل کی رائے سے مخالف نکلے۔ اسی بنا پر بنی زہرہ اور اُنکا حلیف قبیلہ۔ دونون جماعت کے لوگ ایکبار لشکر قریش کا ساتھ چھوڑ کر اپنے مسکن و موطن کی طرف واپس گئے۔ ابن ہشام جلد دوم ص ۷۔ اطبری ۱۳۰۷۔

اب لشکر قریش مین چارون طرف اختلاف رائے کا شور و ہنگامہ برپا تھا۔ انھین مکالمات اختلافی مین طالب ابن ابی طالب کے اظہار غایت غیرت و ہمت کا واقعہ بھی وقوع پذیر ہوا۔ جسکی تفصیل مین طبری اور ابن ہشام نے یہ الفاظ لکھے ہین۔

فلما كان بين طالب بن ابيطالب و
كان في القوم وبين بعض قريش
محاورة فقالوا والله لقد عرفنا يا بني
هاشم وان خرجتم معنا ان هواكم
مع محمد فرجع طالب الى مكة فيمن رجع

طالب ابن ابی طالب جو اُسوقت تک لشکر قریش کے ہمراہ
تھے اُن مین اور بعض قریش کے درمیان تکرار ہو گئی تو
قریشیون نے کہا - قسم خدا کی - اے بنی ہاشم - ہم
تم لوگون کو خوب پہچانتے ہین - تم ہمارے ساتھ لڑائی کو
نکل آئے ہو لیکن تمھاری تمنائین محمدؐ کے ساتھ ہین
یہ سن طالب اُسی وقت مکہ کی طرف واپس چلے گئے -

بنی ہاشم کے اس غیرت مند جوان کو اس تعریض کی سننے کی تاب کہان - اسکی غیرتمندانہ
ضبط و تحمل کے لیے یہی کافی تھا کہ وہ اپنی غایت مجبوری - ضرورت اور مصالح وقتی سے اُنکے
ہمراہ تھا - چہ جائیکہ ان بیہودہ اور غیر شریفانہ تعریضات کو سنتا اور پھر بھی خاموش رہجاتا
اُس کی غیرت خاندانی ان محسن کش اور احسان فراموش جمعیت کی تعریض سننے کی ایک منٹ
کے لیے بھی تاب نہ لائی - وہ غیور اپنی حیاے خاندانی سے بھرپور اور لبریز ہو کر میدان جنگ سے
اپنے گھر واپس آیا - اور پھر اس اطمینان دہ اور تسلّی بخش خاموشی کے ساتھ اپنے موجودہ اعزا و
اقارب مین سے بھی کسی کو اپنی معاودت کی اطلاع نہ دی - یہ غیر متحمل جذبات کے خاصات
مین داخل ہے کہ انسان اپنے جذبات کی محویّت مین اتنا مستغرق ہو جاتا ہے اور اپنی موجودہ
کیفیات قلبی پر اُس کو اتنا یقین کامل ہو جاتا ہے کہ پھر اُس عالم خاص مین اُسکو اپنے کسی
عزیز و قریب - شریک و رفیق سے بھی مشورہ و اطلاع کی ضرورت باقی نہین رہتی - طالب
ابن ابیطالب کا قلب و دماغ اسوقت انھین جذبات سے بالکل لبریز ہو رہا تھا اور
وہ اپنے اس قصد و ارادہ مین ایسے کامل اور مستقل تھے کہ اُن کو اپنے چچا عباس ابن عبدالمطلب
سے مشورت و اطلاع کی ضرورت باقی تھی اور نہ اپنے بھائی عقیل سے -

زائد تفحص احوال سے معلوم ہوتا ہے کہ طالب کا یہ واقعہ عین مقابلہ کے وقت واقع ہوا

اور طرفین کے مبارزین باہمدیگر مقابلہ کے لیے سامنے آ گئے - چنانچہ طبری کی مفصلہ ذیل عبارت سے اس پر کامل روشنی پڑتی ہے -

قال ابن الکلبی فانہ قال فیما حدثت عن شخص طالب بن ابیطالب لی بدر مع المشرکین اخرج کرھا فلم یوجد فی الاسری ولا فی القتلی ولم یرجع الی اھلہ وکان شاعرا وھو الذی قال

یا رب اما یغزون طالب فی مقنب
ھذہ المقانب فلیکن المسلوب غیر السالب ولیکن المغلوب غیر الغالب

ابن کلبی کہتے ہین کہ طالب ابن ابیطالب وقوع جنگ بدر تک بہمراہی مشرکین دیکھے گئے تھے - اور حقیقتاً وہ بکراہت اُن لوگون کے ساتھ آئے تھے لیکن بعد جنگ نہ وہ اسیرون مین قید ہو کر آئے اور نہ مقتولین مین پائے گئے - اور نہ لوٹ کر اپنے گھر واپس گئے - وہ ایک مرد شاعر تھے - (آزاد مزاج) اُن کے یہ اشعار اب تک مشہور ہین - اے خدا اگر ان لڑائیون مین سے کسی لڑائی مین لوگ طالب سے لڑین تو اُسکو (طالب کو) قاتلین مین نہ مقتولین مین غالبین مین نہ مغلوبین مین رکھنا - طبری ص ۱۳۰۸

یہ اشعار طالب کی ہمت و دلیری کے جذبات کی سچی تصویرین کھینچ رہے ہین - اور اُس موقع خاص مین اُن کی کیفیات قلبی اور حالات دلی کی کامل ترجمانی کر رہے ہین - اُن کے الفاظ اُن کے جذبات کی زبان بنکر بتلا رہے ہین کہ وہ اپنی شریفانہ شجاعت اور دلیرانہ ہمت و استقلال سے بالکل لبریز تھے - اور مقابل کی معرکہ آرائیون مین اپنے ہمچشمون کے سامنے اظہار شجاعت و دلیری کے عملی طریقون مین کسی طرح ناکامیاب رہنا پسند نہین کرتے - جو ایک شریف النسل پرہمت اور غیور شجاع کا اصل مدعا اور فرض منصبی ہوا کرتا ہے -

ایک متویانہ غلط فہمی کی اصلاح

ان اشعار کے اصل مقاصد کے نہ سمجھنے یا اُن پر غور کی نظر نہ ڈالنے کی وجہ سے اکثر لوگون کو یہ متوہمانہ اور متویانہ شکوک پیدا ہو سکتے ہین کہ طالب کے یہ اشعار خصوصاً بارگاہ الٰہی مین مناجات کے یہ انداز خاص کہ اپنے آپ کو طالب مقتولین اور مغلوبین مین شامل کیے جانیکی دعا کر رہے ہین بتلا رہے ہین کہ وہ اپنی موجودہ حالت مین لشکر اسلام کے قاتلین

اور وہ برای العین مشاہدہ بھی کر رہے ہین کہ جس لشکر کے وہ قاتل بننا چاہتے ہین اور جس پر وہ غالب آنے کی دعائین مانگتے ہین وہ اُن کے اُس برادر عالی مقدار کا لشکر جرار ہے جو اُن کے تمام خاندان کا مایۂ افتخار ہے ۔صلوا علیہ وآلہ ۔جب موقع ایسا تھا اور مقابل اس عظمت و وقار اور قرابت دیکھتی مین اس مقدار و معیار کا تھا۔ تو طالب ابن ابیطالب کی یہ تمنا اور اُن کی خدا سے یہ دعا کبھی مستحسن نہین کہی جا سکتی ۔بلکہ اُس خلوص فی القرابت کے منافی اور اپنے سردار و سرمایۂ افتخار خاندان کی رعایت اور ادائے حقوق کی شریفانہ ذمہ داریون کے بالکل مخالف ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا قیاس کرنا بالکل غلط فہمی ہے ۔اور اس غلط فہمی کی کھلی کھلی وجہ ان اشعار کے اصلی مطالب و مقاصد تک نہ پہونچنا ہے ۔ یہ اشعار شاعر کے جذبات ہمت و دلیری کے صرف اظہار ہین اور سوائے اپنی ذاتی اور شخصی اظہار شجاعت و دلیری اور اعلان ہمت و استقلال کے ۔ اسمین کسی کی جانبداری اور خاص حمایت و مددگاری کا مطلق اظہار نہین ہے ۔ اور یہ اظہار علی العموم ایک پُر ہمت ۔ پُر عزم و استقلال مرد دلاور کا لازمۂ فطرت اور فرض خدمت ہے ۔جو کسی طرح قابل اعتراض نہین ۔ہان ۔یہ اعتراض اُسوقت جائز ہوتا جب طالب نے اپنی اس تمنا کو عملی طریقہ سے دکھلایا ہوتا ۔ اور دست بقبضہ ہو کر اسلام کا قاتل یا اسلام پر غالب آنے کی کوشش کی ہوتی [ع]

اس کے علاوہ ان اشعار کا کوئی موقع اور وقت خاص بھی متعین نہین کیا جاتا ۔ مورخ اپنی تاریخ کی عبارت مین ان کے حالات کو تفصیل سے لکھکر بسبیل تذکرہ لکھتا ہے کہ یہ اشعار اُنھین کے ہین ۔ بالکل ممکن ہے کہ وقوعات بدر سے پہلے کبھی اُنھون نے جنگ قبائل ۔

ع یہ ننگ عار تو طالب پر کیا منحصر ہے کسی بنی ہاشم نے اپنے لیے کبھی گوارا نہین کی ۔یہان تک کہ ابولہب ایسا شر کجا بھی اس بدنامی سے بیداغ رہا ۔معرکہ بدر مین طالب کے علاوہ عقیل عباس اور نوفل بن حارث بن عبدالمطلب آمادہ اور

کسی خاص موقع پر اپنے ان اشعار مین اپنی دلیرانہ جذبات کا اظہار کیا ہو - کیونکہ تاریخ کی عبارت سے موقع بدر کی تخصیص اس نظم کے ساتھ معلوم نہین ہوتی -

اگر بالفرض تھوڑی دیر کے لیے یہ مان بھی لیا جاوے کہ طالب نے یہ اشعار جنگ بدر کے زمانہ ہی مین کہے تھے - تو ہم کہین گے کہ ہان ممکن ہے کہ وقوع جنگ - بدر سے پہلے طالب نے اپنے رفیقون کی کسی صحبت مین اپنے دلیرانہ جذبات کا اظہار کیا ہو - جو اپنے انداز خاص مین بالکل صحیح اور فی الواقع ہے - اس کے اظہار کے بعد جب کفار کی طرف سے بنی ہاشمیون پر کھلے کھلے اعتراض ہونے لگے - اور خاصکر حضرت عباس کی اُن مالی امداد و حمایت کو بھی ان احسان فراموشون نے بھلا دیا جو خاصکر ان کی طرفداری فوج کے مصارف مین اُن کو چار و ناچار کرنی پڑی تھی - اتفاق سے محسن کشانہ اعتراض طالب کے مُنھ پر کیے گئے - اور انھین کی بنا پر طالب سے تکرار بھی واقع ہوگئی - جیسا کہ ابھی ابھی تفصیل سے اوپر بیان ہو چکا ہے - اسی وقت سے اس غیور بنی ہاشم کے خیالات و جذبات مین غیر متحمل انقلاب پیدا ہو گیا - جس کے اثر نے اُن کو فوراً میدان جنگ سے معاودت پر آمادہ کر دیا - اور پھر ایک ساعت کے لیے بھی مقام بدر مین ان کے قدم نہ ٹھہر سکے -

اس کے علاوہ - ابن ہشام کے نزدیک - غیر مسلوب و غیر مقلوب - طالب کے الفاظ خاص ہونے مین بھی مشتبہ ہین - اس لیے کہ ان اشعار کے راویون مین انکے متعلق اختلاف ہے - مزید برآن - اشعار کی ترکیب بتلا دے رہی ہے کہ طالب نے اپنے جذبات قلبی کے اظہار کو اما کے کلمہ شرط سے آغاز کیا ہے - جس سے یہ مراد ہے کہ ان معارک مین طالب کو جنگ کا موقع ملجائے تو وہ کامیاب ہو - یہ ظاہر ہے کہ طالب کو جنگ کا موقع ملنے سے پہلے انھین جذبات نے ایسا منقلب الحال کر دیا کہ اصل مدعا ہی مفقود ہو گیا - مقابلہ و مقاتلہ کیا - اور فتح و غلبہ کیا - فاذا فات الشرط فات المشروط -

خلوص یا ارادت میں کوئی کمی یا نقص پیدا ہوا ہو اس کا ثبوت تو فوراً مل جاتا ہے صرف اسی ایک امر پر غور کرنے سے کہ مشرکین قریش کے اس اعتراض کے آغاز ہوتے ہی - یہ اُن کی رفاقت کو پھر دم بھر کے لیے بھی گوارا نہیں کرتے - اور تمام سابق رسم و راہ اور آپس کے اتحاد کو فوراً قطع اور ترک کر دیتے ہیں - اگر بانی اسلام علیہ وآلہ السلام کی مخالفت (نعوذ باللہ) ان کے دل میں جاگزین ہوتی - تو وہ اپنے اتنے قدیم رفیقان وطن کی مفارقت اور ترک موالات کیلئے یوں ایک بار آمادہ اور طیار نہ ہو جاتے - مشرکین سے فوری ترک رسم و راہ صاف بتلا رہا ہے کہ مشرکین کے ساتھ طالب کا اتحاد و اتفاق - یا اُن کی حبّ وطن اور محبت اہل وطن خاصکر ایسے وقت میں اور ایسے موقع پر جب ان کے خاندان - یا - ان کے قبیلہ اور خاص ان کے گھر کی توہین ہوتی ہو اور اپنے عزیز و اقارب کی تضحیک کی جاتی ہو - ان کی غیرت خاندانی کے آگے کوئی شے نہیں رہتی - اور کسی مقدار و حیثیت سے جائز العمل نہیں ہوتی - اور طالب ایسے موقعوں پر ان تمام خارجی امور کو اپنے خاندان - اپنے قبیلہ اور خاص اپنے گھر کی عظمت و وقار قائم رکھنے کی غرض سے قربان کر دینے پر ہمیشہ طیار تھے - اس لیے طالب پر جو یہ غلط فہمی کی جاتی ہے وہ بالکل بے اصل ہے -

اسی کے ساتھ ہم کو یہ بتلا دینا بھی ضرور ہے کہ بعض لوگ یہ گمان بھی پیدا کر سکتے ہیں کہ جب طالب کا خلوص کامل تھا تو وہ انقلاب خیالات کے بعد لشکر اسلامی کے ہمراہ کیوں نہ ہو گئے ؟ یہ اعتراض اول تو اکیلے طالب پر قائم نہیں ہو سکتا - بلکہ حضرت عباس ابن عبد المطلب - اور عقیل ابن ابیطالب کے اوپر ان سے زیادہ اہمیت کے ساتھ قائم کیا جا سکتا ہے - وہ اس طرح کہ طالب نے تو ان تعریضات کے بعد مشرکین کی رفاقت فوراً ترک کر دی مگر یہ حضرات بنی ہاشم تو اس تعریض و توہین خاندانی کے سننے کے بعد بھی آخر وقت تک مشرکین کے شریک و رفیق بنے رہے - بلکہ اُنھیں کے ساتھ اسیر ہو کر لشکر اسلام میں ... لائے گئے - دوسرے یہ کہ طالب کی علیحدگی بھی اتنے بڑے کثیر التعداد

لشکر سے جن کے ایک ہزار مسلح سوار کے مقابلہ میں پیادہ فوج اسلام کی تعداد تین سو تیرہ سے آگے نہین بڑھتی - اہل اسلام کے لیے اُتنی ہی مفید تھی جتنی مسلمانون کے ساتھ انکی رفاقت اور شرکت - کیونکہ جنگ و مقابلہ کے ایسے نازک اور خوفناک اوقات مین کسی ایک فردِ مخالف کا اپنا شریک و رفیق نہ بننا بلکہ بجائے اس کے جماعت مخالف سے صرف علیحدہ ہوکر محض غیر جانبدار بن جانا بھی - اصول جنگ کے اعتبار سے بہت ہی مفید کار اور باعث اطمینان ثابت ہوتا ہے - تیسرے یہ کہ ایسے نازک اور دشوار اوقات مین تمام عملیات عامل کی مصلحت خاص پر مبنی ہوتے ہین - جو اُسوقت اُس کے جذبات قلبی کے صحیح نتائج ہوتے ہین - طالب کے عملیات جو اس نازک موقع پر معرض ظہور مین آئے وہ بالکل اُن کی اُن مصلحت بینیون پر مبنی تھے جو اُن کے سچے جذبات کے اصل مدعا تھے یہ جذبات حقیقتاً مشرکین کی تعریض کے اثرات تھے جنھون نے طالب کے قلب پر ایسا سخت صدمہ پہونچایا تھا کہ وہ اس کی برداشت نہ کر سکے - کفار کے الفاظ تعریض یہ تھے

"اس جنگ مین بنو ہاشم کا یہ رویہ پایا جاتا ہے کہ وہ بظاہر تو قریش کے ساتھ ہین مگر اُن کے خیال اُن کی تمنائین محمد صلعم کے ساتھ لگی ہین"

طالب کے دل مین اس تعریض نے جو انقلاب پیدا کیا اور اُس کے موافق اُنھون نے جو طریقہ عمل اختیار کرنے کی مصلحت سوچی وہ یہی تھی کہ کفار کی اس تعریض کی لفظاً لفظاً تردید و تکذیب کر دی جائے اور اُن کو بتلا دیا اور دکھلا دیا جائے کہ جو تم سمجھے ہو وہ بالکل غلط ہے اسی مصلحت خاص کی بنا پر اور کفار کو محض جھوٹا ثابت کرنے کی غرض خاص سے طالب نے لشکر اسلام کی شرکت و رفاقت کا قصد نہ کیا اور عین مقابلہ کے وقت میدان جنگ سے واپس چلے گئے -

اگر طالب اسوقت اپنی قرابت و یکجہتی کے اصول جذبات کے زیر اثر ہو کر اپنے

صداقت پر یقین ہو جاتا۔ اور مادام الحیات وہ طالب اور جملہ بنی ہاشم پر طعنہ زنی کرتے رہتے
اس لیے طالب نے مصلحت وقتی کے لحاظ سے اس موقع خاص پر جو شریفانہ اور غیر تمدنانہ
طریقہ عمل اختیار کیا وہ بالکل صحیح اور مناسب تھا۔ اور جس قدر قریش کے لیے مضر تھا
اُسی قدر اسلام اور اہل اسلام کے لیے مفید۔ اسوجہ سے کسی اہلِ اسلام کو طالب کے
اس طرز عمل سے شکایت نہ ہونی چاہیے بلکہ مسرت ہونی چاہیے اور یہی باعث تھا کہ جناب
سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی طالب کے حالات معلوم کر کے اُن کے
موجودہ طریقہ عمل پر شکوہ و ملال کا کوئی اظہار نہ فرمایا۔

بالکل اسی طرح حضرت عباس ابن عبد المطلب اور عقیل ابن ابیطالب کے
حالات و واقعات بھی ہین جو اُن کی خاص خاص مصلحتون پر مبنی تھے حقیقت مین اگر
تعریضات قریش سے یہ حضرات متاثر ہو کر آنحضرت صلعم کی خدمت مین اُسیوقت حاضر
ہو جاتے اور رفاقت و حمایت کے فرائض بجالاتے تو جنگ بدر کا رُخ مہاجرین مکہ اور
انصار مدینہ کی طرف سے بدل کر محض بنی ہاشمیون کی طرف ہو جاتا۔ اور کفار اُس وقت
نہ اپنے عزیزان وطن مہاجرین اور نہ غریبان مدینہ سے تعرض کرتے اور نہ تردد۔
بلکہ اُن سے سازباز کر کے یا کم سے کم اُن کے مقابلہ سے ہاتھ روک کر سب سے پہلے مٹھی بھر
بنی ہاشمیون ہی کا فیصلہ کر دیتے۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ اسلام اُسی وقت ختم ہو جاتا۔ انھین
مصلحتون کو مدنظر رکھکر ان بزرگوارون نے اس موقع پر ناقابل برداشت صبر و تحمل اور
ضبط و تامل سے کام لیا اور اس قیامت خیز فتنہ کو آگے نہ بڑھنے دیا۔ جنگ بدر کے
خاتمہ پر جو خوشگوار نتیجہ معرض ظہور مین آیا۔ وہ دنیا نے آنکھون سے دیکھ لیا کہ عباس و عقیل
بھی اسلام کے ایسے ہی معین و مددگار اور جان نثار تھے جیسے تمام مہاجرین و انصار۔

کفار کی طرف سے طالب پر

طالب ابن حضرت ابیطالب کے متعلق ابھی مجھکو ایک امر کا صاف

شریفانہ طرز عمل کے خلاف یہ الزام قائم کیا جا سکتا ہے کہ انھون نے عین موقع پر ترک رفاقت کی
یہ الزام ذرا بھی طالب پر عائد نہین ہوتا بلکہ الزام لگانے والون پر لوٹ آتا ہے اس لیے
کہ طالب کے جذبات مین تغیر و انقلاب پیدا کرنے کی باعث اُنھین کی مفسدانہ اور
غیر شریفانہ تعرض تھی۔ جو اُنھون نے محض اپنی بدنفسی کی بنا پر ایک شریف النفس غیور
شجاع کی نسبت پیش کی تھی۔ اور اُسی کے نتیجہ مین اُس پُرہمت و غیرت دلیر کو آخر کار
وہی طرز عمل اختیار کرنا لازمی تھا جو اُس کی شریفانہ غیرت و ہمت کا مقتضی تھا۔

طالب کا خلوص و تصدیق اسلام

اب رہا یہ امر کہ اتنے طول و طویل بیان و تفصیل مین طالب کا اسلام لانا اور بانی اسلام علیہ وآلہ السلام کے ساتھ خلوص و محبت اور ارادت و عقیدت کا کہین بھی اظہار خاص پایا نہین جاتا۔

اس کے ثبوت و شہود مین جواب دینے کے لیے۔ طالب کے وہ اشعار۔ جو اُنھون نے جنگ بدر کے خاتمہ پر نظم کیے تھے۔ ہم تاریخ ابن ہشام سے ذیل مین نقل کیے دیتے ہین جن سے حقیقت حال کا پورا انکشاف ہوجاتا ہے۔

اے میری خونفشان آنکھین!

الا ان عینی نفدت دمعها سکبا	کعب پر اشکبار ہو۔ کیونکہ جو کعب کو نہ جانتا ہو۔ جان لے
تبکی علی کعب ما ان تری کعبا	کعب وہ شخص تھا کہ اُسکو کوئی شے جنگ سے پھرا نہین سکتی
الا ان کعبا فی الحروب تخاذلوا	اور نہ پھیر سکتی تھی اور نہ اُسپر کوئی الزام لگا کر اسکو مجروح کرسکتا تھا
وارداهم ذا الدهر واجترحوا ذنبا	عامر پر بھی اشکبار ہونا چاہیے۔ اُن مصائب کے لیے جو اُسپر کل گزرے
وعامر تبکی للملمات غدوة	کاش میرے یہ شعر بھی اُس تک پہونچ جاتے۔
فیالیت شعری هل اری لهما قربا	یہ دونون بھائی ایسے تھے کہ ان دونون مین بھی اختلاف و عناد ہوا
هما اخوی لم یعد الغیة	یہ دونون بھائی کبھی اپنے ہمسایہ کو تکلیف پہونچانیوالے نہین تھے

نیا اخویناعبدشمس ونوفلا	اسی طرح میرے بھائی عبدشمس اور نوفل بھی تھے مین اُنسے خدا کبھی ہم مین اور
فدٰ الکما لاتبعثوا بیننا حربا	اُن مین لڑائی نہ ہوئی - ایسے صاحبان الفت کے بعد کوئی ذکر ایسا نہ ہوا
ولاتصبحوا من بعد ذ و االفۃ	جس مین آپس کی شکایتین نہ ہوئی ہون -
احادیث فیہا کلکم یشتکی لنکبا	تم کو کیا معلوم نہیں (کہ جنگ بدر بھی ویسی ہی تھی
الم تعلموا ما کان فی حرب داحس	جیسے اس سے قبل) جنگ داحس و جیش یکسوم مین تمام قبائل اکٹھا ہو گئے تھے
وجیش ابی یکسوم اذ ملأ الشعبا	سوا ے خدا کے کوئی شے دفع نہین کر سکتی-
فلولا دفاع اللہ لا شئ غیرہ	اور کوئی تمنا اُسکی خواہش (خدا کی) کو روک نہین سکتی-
لاصبحتم لاتمنعون لکم سربا	ہم نے انھین تعلقات کی بنا پر) قریش کی جماعت عظیم کا ساتھ دیا
فما ان جنینا فی قریش عظیمۃ	بجاے اسکے کہ اُس بزرگوار کی حمایت کرتے جو سوقت روے زمین پر خدا کی بہترین ودیعت ہے-
سوی ان حمینا خیر من وطی الترابا	وہ میرا برادر بزرگوار سراپا صادق اور سچا ہے-
اخا ثقۃ فی النائبات مرزاء	اور تمام مشکلات میں (لوگون کی) جاے پناہ ہے-
کریما ثنا؛ لابخیلا ولا ذ ربا	اُس کی سخاوت اور فیاضی کے سب مداح ہین وہ ہرگز بخیل اور سخت کلام نہین ہے
یطیف بہ العافون یغشون بابہ	تمام ہئیت نفس لوگ اسکے آستان مبارک کا صبح شام طواف کرتے ہین
یؤمون بحراً لانزوا ولا ذ ربا	اور بدمزگی اور ترش مزاجی کی حرارتون سے محفوظ و مامون رہتے ہین
فواللہ لاتنفک نفسی حزینۃ	خدا کی قسم میرے نفس مین حزن و ملال باقی نہ تھا-
تململ حتی تصدقوا الخزرج ضربا	اسوقت مین اہل خزرج (اہل مدینہ) سے اپنی حرب و ضرب کی تصدیق کرا لیتا-

طالب کے یہ اشعار حب وطن اور محبت اہل وطن اور ان کی سرگزشت کی ہمدردی کے رنگ مین ڈوبے ہوئے ہین اسمین کوئی کلام نہین کہ کفر و اسلام کے خیال سے بالکل آزاد رہ کر طالب نے ایک آزاد مزاج لائق اور دردمند فرزند وطن ہونے کی حیثیت و حالت مین نہایت آزادی کے ساتھ ان اشعار مین اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے اور اپنے قدیم احباب و رفیقان

تقاضائے محبت ہے۔ اس اصول خاص کے نقطۂ نظر سے طالب کے یہ اشعار یا مقتولین بدر پر اُن کے افسوس و ملال کے اظہار قابل اعتراض نہین ہو سکتے۔ طالب کی حب وطن اور قدر و یاد وطن اتنی اہمیت رکھتی تھی۔ کہ اُنھون نے صاف لفظون مین کہدیا ہے کہ اصول فطرت کے بالکل خلاف اُنھون نے اپنے ہموطن مشرکین کی رفاقت کو اپنے برادر عالیمقدار سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ الطاہرین کی حمایت پر ترجیح دی۔

اُن کے اس اقرار و اعتراف سے ایک طرف تو اُن کی بے انتہا حب وطن ظاہر ہوتی ہے۔ دوسری طرف انھین اعترافات سے اپنے احباب وطن پر ان کے لا انتہا اور بے مثال احسانات بھی ثابت ہوتے ہین۔ اسطرح کہ طالب کے اس پرجوش و پرزور اظہار بیان سے یہ مقصود خاص معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسے نازک موقع اور ایسے نازک سے نازک تعلقات کی موجودگی مین بھی وہ اپنے سردار اور افتخار خاندان کی رفاقت سے محروم ہکر اُن احباب وطن کے رفیق بنے رہے جو اُن کے برادر بزرگوار کے مقابلہ مین ضرور اغیار کہلاتے تھے۔ طالب کا یہ ایسا عدیم المثال احسان ہے جس سے اُن کے اہل وطن کبھی سبکدوش نہین ہو سکتے۔ اُن کی اسی یاد دہانی کے ساتھ ان کے اشعار نے تنبیھًا اُن کی بے رخی اور احسان فراموشانہ الزام دہی کا بھی ذکر ان الفاظ مین کر دیا کہ باوجود اتنی رعایت کے کہ ہم نے تمھارے لیے اپنے بھائی کی رفاقت و حمایت کو چھوڑ دیا مگر تم نے ہماری اس رعایت و احسان کی کوئی قدر نہ کی بلکہ بجائے اس کے ہم پر بیوفائی اور غیر اعتمادی کے رُو در رُو الزام لگائے۔

اس طرف تو طالب نے اپنے ان اشعار مین کفار قریش کو مخاطب کیا ہے۔ دوسری طرف ان کے بعد ان اشعار مین اپنے برادر عالیمقدار جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محامد اوصاف اور محاسن اخلاق کی تفصیل کا اظہار و اقرار کیا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے ساتھ اپنی قرابت و عقیدت خاص اور [illegible] اعترافات

کیے ہین - ذات مقدس کو خیر البریۃ - یا روے زمین پر بہترین ودیعت الٰہی - آستانِ مبارک کو
کہف الورائے یا مطاف عالم - مومنین یا زائرین کا شانۂ رسالت کو مجمع محاسن ومنبع فضائل
قرار دیا ہے - وجود ذیجود رسالت کو کریم - فیاض - عمیم الاخلاق اور فصیح اللسان بتلایا ہے -
کیا طالب کے یہ اشعار قبول اسلام اور تصدیق جناب سید الانام علیہ وآلہ السلام
کے متعلق اُن کے دلی جذبات ومعتقدات کی صحیح خبر نہین دیتے - اور سچی ترجمانی نہین کرتے؟
کیا اس سے زائد الفاظ اہل اسلام اپنی معرفت دین اور تصدیق جناب خاتم النبیئن مین
استعمال کرتے ہین -

طالب کا قبول اسلام اور تصدیق رسالت

اب باقی رہا یہ خیال موہوم کہ طالب نے بظاہر رسالت کے دست
حق پرست پر بیعت نہین کی اور اسلام نہین لائے - جواباً اس کے
سمجھنے کے لیے اتنا کافی ہوگا کہ قلبی معارف ظواہر کے محتاج نہین ہوتے
موتی صدف کے اندر اور لعل کوڈہی مین چمکنے لگتا ہے - فیاض قدرت اُن کو ہزارون
پردون کے اندر ہی اپنے فیوض انوار سے روشن کردیتا ہے - انوار معارف کے وصول کے
بعد انسان کو اظہار کی بھی ضرورت باقی نہین ہوتی اسی اصول کی بنا پر ہمکو طالب کے
قبول اسلام اور حصول ایمان کے معاملات کو ان کے پدر بزرگوار حضرت ابیطالب کے اسلام
وایمان کی مثال سمجھنا چاہیئے - اور ان دونون حضرات پر کیا موقوف ہے - باستثنا ابولہب
دیگر بنی ہاشم مثل حضرات عباس ابن عبد المطلب - عقیل ابن ابیطالب کے اسلام و
ایمان کو قبل از وقوع جنگ بدر ایسا ہی سمجھنا چاہیے - ہمارا یقین ہے کہ یہ تمام حضرات
آغاز ہی سے اسلام اور بانیِ اسلام علیہ وآلہ السلام کے سچے تصدیق کنندہ تھے اُن کا
کسی مدت تک سکوت اور عدم اظہار واعلان اُن کے تمدل اسلام وحصول ایمان کا منافی
نہین ہوسکتا - کیونکہ مومن آل فرعون کی مثال بتلا کر اور کتم ایمان کے جواز وصحت دکھا کر

وجہ نہین۔ وہ اگر ایک مدت تک خموش رہے۔ اپنے ایمان کو چھپاتے رہے۔ اور مخالفین کے پاس آتے جاتے رہے تو اس سے اُن کے قبول اسلام اور رسوخ ایمان مین نقص نہین آتا۔

قرآن مجید تو مومن آل فرعون کے ایمان کو ہمیشہ کتمان کی حالت مین اسطرح بتلاتا ہے کہ اُس نے (مومن آل فرعون) کبھی اظہار و اعلان کا کوئی عملی طریقہ اختیار نہین کیا۔ لیکن یہان تو طالب وابیطالب کے طول وطویل اشعار اور پُر تفصیل تقریرین جو ملک و قوم کے بڑے بڑے مجموعون اور جلسون کے سامنے کی گئی ہین۔ آج تک تاریخ وسیر کی کتابون مین محفوظ ہین۔ جن سے اُن کے رسوخ فی الایمان اور وثوق فی الاسلام کے کامل ثبوت ملتے ہین۔ بالکل اسیطرح حضرت عباس وعقیل کے اقرار بھی اُن کے اظہار اسلام سے پہلے۔ اُن کی تصدیق اسلام۔ نظم ونثر دونون طریقون مین بکثرت پائی جاتی ہین۔ اُنکی کسی مدت خاص تک خاموشی اسلام ہی کے بہت سے آیندہ مفاد کے لیے مصالح وقتی کے اصول خاص پر مبنی تھی۔ یہ دلائل وشواہد ہم کو پورا یقین دلاتے ہین کہ یہ سب حضرات کامل الاسلام اور راسخ الایمان تھے۔ اس لیے طالب ابن حضرت ابیطالب بھی ضرور مومن کامل تھے۔

علامہ طبری کی کلبی کی سند سے نقل کردہ روایت اگر مان بھی لی جائے تو یہ خیال اس حد و مقدار تک صحیح ہوسکتا ہے کہ طالب جنگ بدر کے بعد مکہ واپس آئے اور تھوڑے دن عارضی طور پر مقیم رہے اور اسی عارضی قیام کے زمانہ مین اُنھون نے یہ اشعار نظم کیے۔ جو ابن ہشام سے نقل کیے گئے۔ اور اس کے بعد پھر مفقود الخبر ہوگئے۔ اگر طبری کی اس آخری روایت پر اعتبار بھی نہ کیا جاوے تاہم اصل واقعیت مین کوئی نقص واقع نہین ہوتا۔ اس لیے کہ اگر ابن ہشام کی روایت کے مطابق میدانِ جنگ ہی سے ان کا بےنشان ہوجانا تسلیم کرلیا جاوے تاہم یہ خیال کیا جاویگا کہ اپنے مقام یا دورانِ سفر مین طالب نے خاتمۂ بدر کے تفصیلی حالات سنے اور اپنے اشعار مین اُنکے متعلق اپنے جذبات قلبی کا اظہار کیا۔

بہر حال کوئی صورت بھی ہو جنگ بدر کے آغاز سے قبل - یا اس کو خاتمہ تک پہونچا کر اور طبع
واپس آکر طالب ابن ابی طالب کو اپنے جذبات و معتقدات قلبی کے اظہار کی غرض خاص سے
ان اشعار کی فکر کی ضرورت ہوئی - ان کا مفقود الخبر ہونا دونون صورتون مین قدر مشترک ہے
اور یہ بالکل صحیح اور فی الواقع ہے کہ یہ اُسی وقت سے ہمیشہ کے لیے بے نام و نشان ہو گئے
اور سوائے ان چند اور مختصر حالات و واقعات کے تاریخی دنیا مین طالب مرحوم کی کوئی یادگار
نہین ہے -

طالب کے مفقود الخبر ہونے کی خاص مصلحت

طالب کے اس طرز عمل پر جو رائین نہ قائم کی جائین اُن سے قطع نظر کر کے ہم نے اپنا یہ مختار قائم کیا ہے کہ اُن کا یہ طرز عمل اُن کی آزادانہ طبیعت اور شریفانہ غیرت کے غیر متحمل جذبات پر قائم تھے اس غیور بنی ہاشم نے اپنے انتہائے غیرت کے تقاضہ سے اپنے وطن کی ایسی مقامی تاریکی اور اہل وطن کی اس گہری تیرہ دلی کے عالم مین جب حق و باطل - ظلم و انصاف - نیکی و بدی - شقاوت و مروت کی تمیز بھی جاتی رہی ہو - باپ بیٹے کی جان مارنے - بھائی بھائی کی گردن اُتارنے پر تیار ہو اور اپنی دُھن مین کسی کی بھی نہ سنتا ہو - تو ایسی حالت مین حفظ ماتقدم - احتیاط کامل اور دلیرانہ غیرت کا مقتضا یہی تھا کہ ان تمام مکروہات سے قطعی ترک تعلقات اختیار کیا جائے اور آئندہ عملی ظاہریات کے جذبات کو مستاصل کر کے قطعی اختفا و انزوا کا خموش عالم پیدا کیا جاوے

سہ جنون وہ جلد ہمین بیخودی کا رتبہ دے ... نہ دیکھین ہم نہ ہمین کوئی دوسرا دیکھے

اسی عالم خاص مین نہ دوسرون کو اپنی اور نہ اپنے آپ کو دوسرون کی خبر ہونے پائے اور اسی عالم خاص اور فضائے مخصوص مین دنیائے فانی کی ہستی محدود و ختم کر دی جائے اور عالم بقا کی منزل مقصود تک رسائی حاصل کر لی جائے - طالب نے کسی جرم و خطا - قصور و گناہ - یا کسی اور اخلاقی کمزوری کے باعث اس طرز عمل کو اختیار کیا ہوتا تو وہ ضرور قابل

تو اُن کا یہ دلیرانہ اور غیر ممدانہ طرزِ عمل حق ہین اور انصاف پسند محققین کے نزدیک قابلِ قدر ولائق تحسین وآفرین ہے۔

آغاز رسالت مین کفار کے مظالم

طالب کے حالات کو تمام کر کے ہم پھر حضرت جعفرؓ کے سوانحات حیات کے سلسلہ کو شروع کرتے ہین۔ حضرت جعفر کی شادی ہو جانے تک کے حالات اوپر بیان ہو چکے ہین۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ پیغمبر اسلام علیہ وآلہ السلام کو اعلان رسالت کا حکم آچکا ہے اور اس حکم الٰہی کے مطابق آپ تبلیغ اسلام اور تعلیم خلائق کی خدمات علانیہ بجالانے لگے۔ اعلان نبوت اور تبلیغ اسلام کا شروع ہونا تھا کہ کفار مکہ کی آتش مخالفت بھڑک اُٹھی۔ پھر ایسی تیزی اور سختی کے ساتھ کہ تمام جگہ نا فانا چارون طرف پھیل گئی۔ ملک وطن کا گوشہ گوشہ اسلام کا خونین مقتل بننے کے لیے تیار ہو گیا اور تمام قوم وقبیلہ کا بچہ بچہ اسلام کا خون بہانے اور اُس کا نام مٹانے کے لیے آمادہ ہو گیا۔ طرح طرح کے مصائب انواع اقسام کے شدائد ومظالم بانی اسلام علیہ وآلہ السلام اور غریب مسلمانون کی جانون پر ڈھائے لگے۔

سنہ سال نبوت سے لیکر ستہ سال نبوت کے آخر تک۔ جو جو ظلم وستم۔ جور وجفا اور سختی وتعدی بانیِ اسلام اور اہل اسلام کو اُٹھانے ہوئے وہ تاریخون کے مشاہدات ہین جن کی پُردرد تفصیل پڑھکر بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین اور جن کے تصور سے قلوب کانپنے لگتے ہین۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستون مین کانٹے بچھانا۔ فرق مبارک پر گھرون سے کوڑا پھینکا جانا۔ حالت نماز مین جانورون کے پیٹ کی غلاظت آپ پر ڈالدینا۔ عالم عبادت مین گلوے مبارک مین پھندا ڈالنا۔ بازارون اور گلیون مین چلتے وقت حضور انور کے ہمراہ آوارہ چھوکردن کے غول تالی بجانے اور پتھر لگانے کے لیے ساتھ لگا دینا۔ کافرون کا روزانہ مشغلہ تھا۔

القابات وخطابات سے مشہور کرنے لگے اور طرح طرح کے خلاف اور محض بے اصل
الزامات ذات مقدس پر عائد کرنے لگے جن کا تحمل و برداشت سوائے فطرت صالحہ کے
طبیعت عامہ سے کسی طرح ممکن نہین تھا۔ یہ تو وہ مصائب تھے جو کفار قریش کے
ہاتھون بانی اسلام علیہ وآلہ السلام کو اپنی ذات قدسی صفات پر اُٹھانے ہوے۔
اب غریب مسلمانون کی جانون پر کیا گزری وہ تو سے اُنھین سے پوچھیے جنپر مصیبتین
گزرین ۔ مارے گئے ۔ کوڑے لگائے گئے ۔ ہاتھ پانون باندھ کر تپتی ہوئی زمین اور جلتی
ہوئی ریگ پر گھنٹون لٹائے گئے ۔ دہکتے ہوئے کوئلون پر ننگی پیٹھ ۔ پشت کے بل سلادیے
گئے تمام پشت پر دہکتے کوئلے چپک چپک کر سیکڑون آبلے اور آبلون کے بعد برص کے
ایسے داغ بنائے گئے ۔ بعضون کے گلے مین رسی باندھکر دم خفگی کی حالت مین تمام شہر
کی گلی کوچون مین پھرائے گئے ۔ کتنون کی نوک نیزہ سے جان لی گئی کتنون کا تازیانون کی
ضربون سے خون ناحق بہایا گیا ۔ ان مظلومین مین مرد و عورت کی تمیز بھی اُٹھادی گئی
مسلمان مردون کے ساتھ عورتون نے بھی ان مصائب کی برداشت مین برابر کا حصہ لیا۔
غریب مسلمان مصیبت زدون کو صرف خدائے واحد پر ایمان لانے کے تنہا قصور پر
کامل چار برس تک شبانہ روز ان مصیبتون کا سامنا ہوتا رہا ۔ اور آخر کار نوبت یہان تک
پہونچی کہ آیندہ ضبط و تحمل اُن کی طاقت انسانی اور قوت امکانی سے باہر ہو گیا ۔ اور
حقیقتاً رحمت عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ان کے حالات زار کے آیندہ
مشاہدات کی تاب باقی نہ رہی تو آپ ان روزانہ مصیبتون سے ان کی غریب جان و مال
کو محفوظ رکھنے کی تدبیرین سوچنے لگے ۔ بالآخر حکم الٰہی کے موافق آپ نے نجاشی بادشاہ
حبش کے پاس ان کے پناہ گزین ہونے کی رائے قائم فرمائی ۔ چنانچہ آپ نے تمام مسلمانون
کو ایک جا جمع کر کے ان الفاظ مین خطاب فرمایا۔

لو خرجتم الی ارض الحبشة
فان بها ملكاً لا يظلم عنده
احد وهی ارض صدق حتی
يجعل لكم فرجا مما انتم
فيه فخرج عند ذلك المسلمون من
اصحاب رسول الله صلی الله علیه
وآله وسلم الی ارض الحبشة مخافة
الفتنة وفراراً الی الله بدينهم
فيهم فكانت اول هجرة فی الاسلام
(ابن ہشام)

ارشاد فرمایا کہ تمھارے لیے اب یہی بہتر ہے کہ تم
ملک حبشہ کی طرف چلے جاؤ کیونکہ وہان کا بادشاہ
رحمدل اور انصاف پسند ہے - اور اُس کی حکومت
مین ایک کو دوسرے پر ظلم کرنے کی مطلق مجال نہین
ہے - اُس کے ملک والے بھی اچھے ہین - اور بہتر ہے
تم لوگ وہان قیام کرو تاوقتیکہ خداوند عالم تم کو ان مصائب سے
مخلصی عطا فرمائے ارشاد نبوی کے مطابق مسلمانون
کی ایک معتدبہ جماعت فتنہ و فساد کے خوف سے اور
خدا کی محافظت دین کے خیال سے فرار اختیار کرکے
ملک حبشہ کی طرف چلے گئے - اور یہ اسلام مین پہلی ہجرت تھی

ملا مجلسی علیہ الرحمۃ حیات القلوب مین اس موقع پر لکھتے ہین -

حضرت ابوطالب نامہ بر نجاشی نوشت در
باب تحریص و ترغیب او بر یاری حضرت رسولؐ
و در این نامہ اشعارے چند نوشت کہ مضمون
آنہا این است - بدان اے نجاشی بادشاہ
حبشہ کہ محمدؐ پیغمبر است مانند موسیٰؑ و مسیح
پسر مریمؑ و ہدایت از جانب خدا آوردہ است
چنانچہ آنہا آوردہ اند شما وصف او را در
کتابہائے خود می خوانید بصدق و راستی
پس برائے خدا شریک می دہید - اسلام

حضرت ابی طالب نے نجاشی بادشاہ حبشہ کے نام
ایک خط لکھا اور اُس مین جناب حضرت رسول خدا صلعم
کی حمایت اور قبول بیعت کے بارے مین اُسکو ترغیب
دلائی - اور اُسی خط مین چند اشعار بھی منظوم کرکے
لکھے جن کا یہ مطلب تھا کہ آگاہ ہو - ای بادشاہ حبشہ
کہ محمد صلعم مثل موسی اور عیسی علیہما السلام کے
پیغمبر خدا ہین اور خدا کی طرف سے خدا کی ہدایت لیکر آئے
ہین جیسے کہ ان سے قبل وہ لوگ لیکر آئے تھے - اور تم
اُسکے اوصاف صدق و راستی اپنی کتابون مین پڑھتے ہو

وتاریک وپوشیدہ نیست۔

اسلام خدا کی سچی راہ۔ روشن اور ظاہر ہے اور اسمین تاریکی وپوشیدگی نہین ہے۔ جلد دوم ۲۹۸ لکھنؤ

ملک حبش کو اہل عرب سے جیسی قربت اور تعلق تھا وہ ظاہر ہے۔ حبش قریش کا قدیم مرکز تجارت تھا۔ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ منجملہ اور چیزون کے مکہ کا نفیس مال اور بہت بڑا تحفہ چمڑا ہوتا تھا۔ خصوصًا رنگا ہوا چمڑا۔ مکّہ اور عمومًا تمام حجاز کی خاص صنعت شمار کیجاتی تھی۔ اور دوسری کتابون سے بھی ثابت ہے کہ مکّہ اور شام سے جو مال تجارت حبش کو جاتا تھا وہ علی الاکثر چمڑا ہی ہوتا تھا۔ اہل عرب حبش کے بادشاہ کو نجاشی کہتے تھے۔ نجاشی حبشی زبان کے لفظ نجوش کی تعریب ہے۔ جس کے معنی زبان حبش مین بادشاہ کے ہین۔ موجودہ نجاشی (شاہ حبش) کا نام اصحمہ تھا۔ وہ مذہبًا عیسائی تھا تجارت کے کاروبار اور ہمیشہ کی آمدورفت سے اہلِ عرب کو حبش کے تمام حالات معلوم تھے۔ اس لیے مظلومین اسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کو جو خاصکر انھین کی حفاظت جان و مال پر مبنی تھا۔ بسروچشم قبول کرلیا۔ چونکہ ایک بار تمام مسلمانون کا بھیجدیا جانا قرین مصلحت نہین تھا اس لیے جتنے لوگ کہ اُسوقت مصارفِ سفر مہیا کرسکے بھیجدیے گئے۔ جمہور مؤرخین کا اسپر اتفاق ہے کہ پہلے گیارہ مسلمانون کی ایک جماعت مکہ سے حبش کی طرف روانہ ہوئی۔ جس مین حضرت عثمان۔ ابوسلمہ مخزومی۔ حضرت ام سلمہ کے شوہر اول۔ حضرت ام سلمہ اور زبیر ابن العوام جنکا آغاز شباب تھا۔ اور دیگر اکابر صحابہ بھی شامل تھے۔

پھر تھوڑے عرصہ کے بعد جب باقیماندہ مسلمانون نے اپنا سامان درست کرلیا تو اُن کو بھی بارگاہ رسالت سے ہجرت کی اجازت مل گئی۔ یہ شمار مین ۸۲ بزرگوار تھے۔ انھین مین حضرت جعفر مع اپنی زوجہ محترمہ حضرت اسماء بنت عمیس کے بھی شامل تھے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے

حضرت جعفر اور ہجرت حبشہ

حضرت جعفر کو بھی ہجرت فرمانے کی وہی ضرورت درپیش آئی جو تمام مسلمانون کو۔ کفار قریش کے ہاتھون ان کو بھی وہی مصائب اُٹھانے ہوئے تھے جو تمام مسلمانون کو۔ فرق اتنا تھا کہ بیکس و نادار اور بے یار و مددگار غربا مسلمین کو علی الاکثر ظالمان قریش کے ہاتھون جسمانی تکلیفین برداشت کرنی ہوئین اور انکو نہین حضرت جعفر اسوجہ سے کہ بنی ہاشم کا قبیلہ اپنے عزو وقار اور مقدار و اقتدار کے اعتبار سے ملک قوم پر پورا اثر رکھتا تھا۔ دشمنون کی زد سے بچے رہے۔ ہان ان کی تجارت اور کاروبار کے سب نظم اور سلسلے منقطع کردیے گئے۔ اور قومی مقاطعہ کا عام جال پھیلاکر انکے اسباب معیشت مسدود کردیے گئے۔ گویا ان کو چارون طرف سے بیکار بناکر گھر مین بٹھلا دیا گیا۔

واقعات تاریخی بتلارہے ہین کہ جعفرؓ نے اپنی تجارت کے بند ہوجانے کی بھی پروا نہین کی۔ اور اپنی بے شغلی اور تنگ حالی پر بھی صبر و قناعت کرلی۔ اور جب مصائب روزانہ قوت امکان سے باہر ہوگئے تو آخرکار جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لیکر مع اپنی زوجۂ محترمہ کے حبشہ کی طرف ہجرت فرما گئے۔ قریش ایسے کیا تھے کہ مسلمانون کی کسی نقل و حرکت کی خبر پاتے اور خموش رہجاتے۔ مہاجرین کی روانگی کی خبر پاتے ہی قریش کا ایک دستہ اس قصد و ارادے سے روانہ ہوا کہ جانے والون کو راستہ ہی مین گرفتار کرلے۔ لیکن جبتک یہ پہونچین پہونچین مہاجرین کی کشتیان ساحل سے روانہ ہوچکی تھین۔ اس لیے تعاقب کرنیوالے واپس آئے۔

وہان بخیریت پہونچکر مسلمان مظلومین نجاشی۔ بادشاہ حبشہ سے ملے۔ اپنی مصیبتون کی داستانین بیان کین۔ نجاشی بیحد متاثر ہوا اور اُن کو نہایت آرام و اطمینان سے اپنے ملک مین رہنے کی اجازت دیدی۔ چنانچہ حضرت ام المومنین ام سلمہ سے منقول ہے۔

لما نزلنا ارض الحبشۃ جاورنا — جب ہم لوگ ملک حبشہ مین پہونچے تو نجاشی بادشاہ حبش

لھا خیر الجار النجاشی امنا علی دیننا وعبدنا اللہ تعالیٰ لا نؤذی ولا نسمع شیئاً نکرھہ

(ابن ہشام ۱۱۵)

ہمارے ساتھ بہتر احم پیش آتا رہا اور ہم لوگ پورے امن کے ساتھ اپنے دین پر قائم رہے اور آزادی سے خدائے تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے۔ کوئی نہ ہمکو ایذا دیتا تھا اور نہ ہم کوئی مکروہ بات سنتے تھے۔

نجاشی کے دربار مین مسلمانون کے خلاف کفار قریش کی سفارت

الغرض مسلمان مہاجرین نجاشی کی زیر حفاظت امن و امان سے زندگی بسر کرنے لگے۔ لیکن قریش یہ خبرین سُن سُنکر پیچ و تاب کھا رہے تھے آخر یہ رائے ٹھہری کہ سفارت بادشاہ حبش کے پاس بھیجی جائے۔

کہ ہمارے مجرمون کو ہمارے حوالے کر دو یا کم سے کم اپنے ملک سے نکال دو۔ عبداللہ ابن ربیعہ اور عمر عاص اس کام کے لیے منتخب ہوئے۔ نجاشی اور اُس کے درباریون کے لیے فرداً فرداً گران بہا تحفے مہیا کیے گئے۔ امام احمد حنبل کی مسند مین۔ مسند اہل بیت کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ تحفہ بھی علی الاکثر مکّہ کا مشہور چمڑا تھا۔ غرضکہ یہ سفارت بڑے سازو سامان کے ساتھ مکہ سے حبش کی طرف روانہ ہوئی۔ مکّہ کے سفراء نجاشی سے پہلے درباری پادریون سے ملے اور اُن کی خدمتون مین نذرین پیش کین اور کہا کہ ہمارے چند نادانون نے ایک نیا مذہب ایجاد کیا ہے۔ ہم نے اُن کو نکالدیا ہے تو آپ کے ملک مین بھاگ آئے کل ہم بادشاہ کے دربار مین جو درخواست پیش کرین تو آپ بھی ہماری تائید فرمائین۔ پادری راضی ہوگئے۔ دوسرے دن سفرائے قریش دربار مین گئے۔ اور نجاشی سے درخواست کی کہ ہمارے مجرم ہمارے حوالہ کر دیے جائین۔ جرم مین جرم کیا تھا؟ خدائے واحد پر ایمان لانا سفرائے قریش جب اپنے مدعائے سفارت بیان کر چکے تو دربار کے پادریون نے بھی حسب وعدہ تائید کی۔ نجاشی نے مسلمانون کو بلا بھیجا۔ وہ حاضر ہوئے تو اُن سے پوچھا کہ تم لوگون نے یہ کون سا نیا دین ایجاد کیا ہے۔ جو بت پرستی اور نصرانیت دونون کے

چونکہ مرقومۂ بالا تاریخی عبارت کا خلاصہ ہے اور ضرورت مقامی اس سے زیادہ تفصیلی بیان کی متقاضی ہے اس لیے ہم اس واقعہ کو اُسی تفصیل و بیان سے قلمبند کرنا پسند کرتے ہین جس تشریح و توضیح سے اصلی ماخذون مین مندرج ہے۔ سیر و تاریخ کا قدیم ترین ماخذ سیرۃ ابن اسحاق ہے جسکو ابن ہشام نے اپنی سیرۃ مین جمع کیا ہے۔ ابن ہشام نے ابن اسحاق سے جو تفصیل ہجرت حبشہ کے حالات جناب ام المومنین ام سلمہ رضؓ کی چشم دید اسناد سے تحریر کی ہے۔ میرے نزدیک اس سے بڑھکر مستند اور معتبر سند دستیاب نہین ہوسکتی۔ اس لیے ہم ابن ہشام کی پوری عبارت حسب ذیل نقل کرتے ہین۔

عن ام سلمۃ رضؓ بنت ابی امیۃ بن المغیرہ زوج النبی صلعم قالت لما نزلنا ارض الحبشۃ جاورنا بھا خیر جار النجاشی امنا علی دیننا وعبدنا اللہ تعالی لا تؤذی ولا نسمع شیئا نکرھہ فلما بلغ ذلک قریشا ائتمروا بینھم ان یبعثوا الی النجاشی فینا رجلین منھم جلدین وان یھدوا للنجاشی ھدایا مما یستطرف من متاع مکۃ وکان من اعجب ما یاتیہ منھا الادم فجمعوا لہ ادما کثیرا ولم یترکوا من بطارقتہ بطریقا الا اھدوا لہ ھدیۃ ثم بعثوا بذلک عبد اللہ بن ربیعۃ وعمرو بن العاص فامرھما بامرھم وقالوا لھما ادفعا الی کل بطریق ھدیتہ قبل ان

حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ بن مغیرہ زوجہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ جب ہم لوگ ملک حبش مین آئے تو نجاشی بادشاہ حبش نے ہمارے ساتھ بہترین حقوق ہمسائگی ادا کیے۔ ہم لوگ امن و امان سے اپنے دین پر قائم رہے اور اپنے خدا کی عبادت کرتے رہے اور وہان ہمکو کوئی ایذا نہین پہونچی اور نہ کوئی مکروہ بات ہمکو پیش آئی اور جب قریش کو ہمارے اس آرام و اطمینان سے رہنے کی خبر پہونچی تو انھون نے آپس مین یہ مشورت کی کہ ان مین سے دو آدمی سفیر بناکر نجاشی کے پاس بھیجے جائین اور نجاشی کے لیے اشیاء مکہ مین سے عمدہ چیزین تحفہ مین اُنکے ہمراہ ارسال کی جائین۔ ان اشیائ مین کوئی چیز سوائے رنگے ہوئے چمڑے کے بہتر معلوم ہوئی۔ اس بنا پر بہت سا رنگا ہوا چمڑا اُن کے

كلماه النجاشي فيهم ثم قدما الى
النجاشي هداياه ثم سلاه ان يسلمهم
اليكما قبل ان يكلمهم قالت فخرجا
حتى قدم على النجاشي ونحن عنده
بخير دار وعند خير جار فلم يبق
بطارقته بطريق الا دفعا اليه
هدية قبل ان يكلما النجاشي
وقالا لكل بطريق منهم انه قد
ضوى الى بلد الملك منا غلمان سفهاء
فارقوا دين قومهم ولم يدخلوا في
دينكم وجاؤا بدين مبتدع لا نعرفه
نحن ولا انتم وقد بعثنا الى الملك
فيهم اشراف قومهم ليردهم اليهم
فاذا كلمنا الملك فاشيروا عليه
بان يسلمهم الينا ولا يكلمهم فان
قومهم اعلى لهم عينا واعلم بما
عابوا عليهم فقالوا لهما نعم ثم انهما
قدما هداياهما الى النجاشي فقبلها
منهما ثم كلماه فقالا له ايها الملك
انه قد ضوى الى بلدك منا غلمان

ہمراہ کر دیا گیا اور اُس کے درباری پادریوں مین ایک
پادری بھی ایسا نہین چھوڑا گیا جس کے لیے عمدہ تحفہ
نہ بھیجا گیا ہو - چنانچہ اس سفارت کے لیے عبد اللہ
ابن ربیعہ اور عمرو عاص منتخب کیے گئے - قریش نے
انھین دونون آدمیون کو اپنے امور کا مختار بنایا اور
اُن سے کہا کہ تم نجاشی سے ملنے اور گفتگو کرنے سے پہلے
اُس کے درباری پادریون کی خدمت مین یہ تحائف
پہونچا دینا - اس کے بعد نجاشی سے ملنا - ہدایا پیش
کرنا اور مسلمانون سے گفتگو کرنے سے پہلے تم
نجاشی سے عرض کرنا کہ وہ مسلمانون کو تمھین حوالے
کردے - حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ ان ہدایات کو
سُن کر عبد اللہ ابن ربیعہ اور عمرو عاص ملک حبش مین
پہونچے - ہم لوگ اُس وقت نجاشی کے سایۂ عاطفت
مین آرام و اطمینان کے ساتھ اپنے اپنے بہترین گھرون
مین رہتے تھے - حسب ہدایت قریش یہ دونون نجاشی
سے ملنے سے پہلے اُس کے درباری پادریون سے
ملے اور اُن مین سے ایک ایک کو علٰحدہ علٰحدہ تحفے
اور ہدیے نذر دیے اور تمام پادریون سے اپنی
حقیقت حال یون کہی کہ اُن کے چند بے عقل اور
کم فہم غلام بھاگ کر بادشاہ کے ملک مین چلے آئے

بدخلوا فی دینك وجاؤا بدین
ابتدعوه لانعرفه نحن ولا انت وقد
بعثنا الیك فیهم اشراف قومهم من
آبائهم واعمامهم وعشائرهم لیردهم
علیهم فهم اعلی بهم عینا واعلم
بما عابوا علیهم وعاتبوهم فیه قالت
ولم یکن شیٔ ابغض الی عبد الله
ابن ربیعة وعمرو بن العاص من ان یسمع
کلامهم النجاشی قالت فقالت بطارقته
حوله صدقا ایها الملك قومهم اعلی بهم
عینا واعلم بما عابوا علیهم فاسلمهم
الیهما فلیردّاهم الی بلادهم وقومهم
قالت فغضب النجاشی ثم قال لاها
الله اذا لا اسلمهم الیهما ولا یکاد
قوم جاوروني ونزلوا بلادي واختاروني
علی من سوای حتی ادعوهم فاسألهم
عما یقول هذان فی امرهم فان کانوا
کما یقولون اسلمتهم الیهما
وماردتهم الی قومهم وان کانوا
علی غیر ذلك منعتهم منهم
واحسنت جوارهم ماجاوروني

چھوڑ دیا ہے اور نہ وہ اب دین عیسوی مین داخل ہین
اور نہ ہمارے مذہب مین اُنھون نے اپنے لیے ایک
ایسا دین بنا لیا ہے جس سے نہ ہم واقف ہین اور
نہ آپ - اس لیے اُن کی قوم کے معزز لوگون نے
ہم لوگون کو بادشاہ کی خدمت مین اس غرض سے بھیجا
ہے کہ اُن لوگون کو ہمارے حوالے کر دیا جاوے کہ ہم اُنکو
اُن کی قوم مین پہونچا دین آپ لوگون سے استدعا ہے
کہ جس وقت ہم بادشاہ سے اظہار مدعا کرین تو آپ
لوگ مسلمانون سے دریافت حال کرنے سے پہلے
بادشاہ کو یہ مشورہ دین کہ ان لوگون سے کچھ پوچھا
نہ جاوے اور یہ لوگ ہمارے حوالہ کر دیے جائین
اس لیے کہ ان کے ممتاز ین اور سربرآوردگان قوم
ان کے حالون کے بہترین مبصر اور اُن کے عیوب سے
کامل طور پر واقف ہین - یہ سنکر سب پادریون نے
کہا اچھا - ایسا ہی ہوگا - اسکے بعد یہ لوگ نجاشی کے
دربار مین حاضر ہوئے اور اپنے تحائف ہمراہی لیے
گئے اور وہ قبول کر لیے گئے - بعد ازان انھون نے
عرض کی کہ اے بادشاہ ہمارے چند نادان اور بےعقل
غلام اپنا اور اپنی قوم کا دین چھوڑکر آپ کے ملک
مین چلے آئے ہین اور آپ کے بھی دین مین داخل
نہین ہوئے ہین - انھون نے تو اپنے لیے ایک نیا

قالت ثم ارسل الی
اصحاب رسول الله
صلی الله علیه و آله
و سلم فدعاهم
فلمّا جاءهم رسوله
اجتمعوا ثم قال
بعضهم لبعض ما
تقولون للرجل
اذا جئتموه قالوا
نقول والله ما علمنا
و ما امرنا به نبيّنا
كائنا فی ذلك ما هو كائن
فلمّا جاؤا وقد دعا
النجاشی اساقفته فنشروا
مصاحفهم حوله سالهم
ما هذا الدّين الّذی قد فارقتم
فيه قومكم ولم تدخلوا
فی دينی ولا فی دين احد من
هذه الملل قالت فكان
الّذی كلمه جعفر بن
ابی طالب۔

دین بنالیا ہے جس سے نہ ہم واقف ہین اور نہ حضور
اس لیے ان کے ممتاز ین قوم نے جو قرابت مین انکے
باپ۔ چچا اور بزرگان قبیلہ ہوتے ہین۔ ہم کو آپ
کی خدمت مین بھیجا ہے کہ یہ لوگ ہمارے ساتھ اُنکے
پاس واپس بھیجدیے جائین کیونکہ وہ لوگ اُن کے حالات
سے اعلم ہین اور اُن کے عیوب کے بدرجہ اولےٰ
ماہر ہین۔ اس لیے وہ ان سے رنجیدہ خاطر ہین۔
حضرت ام سلمہ فرماتی ہین کہ کوئی شے نجاشی کو
عبداللہ ابن ربیعہ اور عمر عاص کی اس تقریر سے
زیادہ رنج دہ اور ملال آور نہ معلوم ہوئی۔
لیکن وہ خاموش رہا۔ جب اُن کی تقریر ختم ہوگئی
تو حسب قرارداد دربار کے تمام پادریون نے
متفق ہوکر بادشاہ سے عرض کی کہ یہ بالکل سچ کہتے ہین اور
صلاح دی کہ بیشک ان کی قوم کے لوگ انکے حالات
کے کامل مبصر ہین اور ان کے عیوب کے پورے واقف
اس لئے مناسب یہی ہے کہ یہ لوگ (مسلمان) انکے
حوالہ کردیے جائین اور وہ انکے بزرگان قوم کو واپس دیے
جائین۔ یہ سنکر نجاشی کو طیش آگیا اور اُس نے کھل کر
کہدیا کہ نہین۔ خدا کی قسم۔ ہم ان لوگون کو کبھی ان کے
حوالہ نہ کرین گے۔ اور ان لوگون کے ساتھ دغا نہ کرینگے
جو آپ سے میری حفاظت مین آئے اور میرے ملک مین

پناہ گزین ہوئے اور سوائے اس کے مین اس امر مین اپنا کوئی مختار سوائے اس کے اختیار نہ کرون گا کہ اُن کو اپنے سامنے بلا بھیجون اور اُن سے دونون سفیرون کے بیان کو کہہ دون اور پھر اُن سے اُن کے واپس دیے جانے کی نسبت دریافت کرون۔ اگر وہ مجھسے کہین گے کہ ہان وہ ان دونون آدمیون کے ہمراہ ملک وقوم کے پاس بھیجدیے جائین تو مین البتہ بھیجدون گا اور اگر اُن لوگون نے انکار کیا تو پھر مین انکو نہ جانے دون گا اور ان کے ساتھ پہلے سے بھی زیادہ محاسن سلوک کرونگا۔ یہ کہکر نجاشی نے اپنا ایک آدمی بھیجا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا بھیجا۔ جب بادشاہ کا قاصد ان کے پاس پہونچا تو یہ تمام لوگ ایک جگہ جمع ہوئے اور فیما بین یہ مشورہ کرنے لگے کہ جس شخص نے بلا بھیجا ہے اُس کے پاس جاکر کیا کہا جائے گا۔ سب نے بالاتفاق کہا قسم خدا کی ہم تو وہی کہین گے جو ہم کو ہمارے خدا اور رسول صلعم نے بتلایا ہے۔ اب چاہے جو ہونے والا ہو۔ وہ ہو۔ یہ مشورہ کرکے وہ نجاشی کے دربار مین حاضر ہوئے۔ نجاشی نے اپنے پادریون کو بھی بلالیا۔ مسلمان قرآن مجید سامنے کھول کر زمین پر بیٹھ گئے نجاشی نے پوچھا کہ وہ کون دین تم لوگون نے اختیار کیا ہے جس کے سبب سے تمھاری قوم نے تم کو چھوڑدیا ہے اور جس کی وجہ سے نہ تم میرے دین عیسائیت مین اور نہ کسی دوسرے مذہب وملت مین داخل ہو۔ حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ بادشاہ کا یہ کلام سُن کر حضرت جعفر ابن ابیطالب نے یہ تقریر کی۔

دربار نجاشی مین حضرت جعفر کی تقریر

ایها الملك کنا قوما اهل جاهلیة نعبد الاصنام وناکل المیتة ونانی الفواحش ونسئ الجوار ویاکل القوی الضعیف فکنا علی ذلك حتی بعث الله الینا رسولا منا نعرف نسبه وصدقه وامانته وعفافه فدعی الی الله لتوحیده ونعبده ونخلع ما کنا نعبد	اے بادشاہ ـ ہم لوگ ایک جاہل اور گمراہ قوم تھے بت پوجتے تھے۔ اور مردار گوشت کھاتے تھے۔ بدکاریان کرتے تھے۔ ہمسایون کے ساتھ برائی سے پیش آتے تھے۔ زبردست کمزور کا مال کھاجاتا تھا اور ایک مدت سے ہماری یہ حالت چلی آتی تھی۔ یہان تک کہ خدانے ہمارے ہی مین سے ہمارے پاس ایک نبی بھیجا۔ جس کی شرافت نسب اور راستبازی امانت ونیکوکاری سے ہم خوب واقف ہین پس اُس نے ہم کو ایک خدا کی طرف بلایا تاکہ ہم صرف اُسی کی ذات

نحن وآباؤنا من دونه من
الحجارة والاوثان وامرنا ان
نعبد الله وحده ولا نشرك
به شيئا وامرنا بالصلوة والزكوة
والصيام (فعدّد عليه امور
الاسلام) ثم قال) وامر بصدق
الحديث واداء الامانة وصلة
الرحم وحسن الجوار والكف
عن المحارم والدماء ونهنا
عن الفواحش وقول الزور و
اكل مال اليتيم وقذف
المحصنات فصدقناه واتبعناه
على ما جاء به من الله تعالى
فعبدنا الله تعالى وحده
لا نشرك به وحرمنا ما
حرم الله علينا واحللنا ما
حل لنا فعدى علينا قومنا
فعذبونا وفتنونا عن ديننا
ليردنا على عبادة الاوثان
من عبادة الله تعالى وان نستحل
ما كنا نستحل من الخبائث لما قهرونا وظلمونا

کو خدا یقین کرین اور اسی کی عبادت کرین اور اُن بتون
اور پتھرون کی پرستش چھوڑ دین جنکو ہم اور ہمارے
باپ دادا پوجتے تھے - اور حکم دیا کہ ہم صرف خدا ہی
کی عبادت کرین اور کسی چیز کو - ذات وصفات و
استحقاق عبادت مین اُس کا شریک نہ کرین اور
ہکو پانچون وقت نماز پڑھنے - اور سال بھر بعد بقیہ
مال کا چالیسوان حصہ صدقہ دینے - اور ماہ رمضان
مین بیماری اور سفر کے سوا روزہ رکھنے کا
حکم دیا - (پھر ایک ایک کر کے تمام احکام اسلام اُسکے
سامنے بیان کیے - اور کہا کہ) اُس پیغمبر نے ہمکو سچ
بولنے - امانت کو اُس کے مالک کے پاس پہونچا دینے
قرابت والون سے رعایت ومروّت کرنے اور ہمسایون
کے ساتھ نیکی سے پیش آنے اور بُرے اور حرام کامون
اور خون خرابون سے بچنے کا حکم دیا اور بدکاریون
اور جھوٹی گواہی دینے اور بن باپ مان والے بچون کا مال
کھا لینے اور پاکدامن عورتون پر تہمت لگانے سے سخت
منع کیا پس ہمنے اُس کو سچا جانا اور جو احکام خدا کی
طرف سے لائے پہونچائے اُن سب کی پیروی اختیار کی
پس ہم صرف ایک خدا کی عبادت کرتے ہین اور کسی چیز
کو کسی بات مین بھی اُسکا شریک نہین کرتے اور جو چیز
خدا نے ہم پر حرام کر دی اُسکو حرام اور جو حلال کر دی ہے

وضیقوا علینا وحالوا بیننا وبین دیننا خرجنا الی بلادك واخترناك علی من سواك ورغبنا فی جوادك ورجونا ان لانظلم عندك یا ایها الملك۔

اُس کو حلال جانتے ہین ۔پس اس بات پر ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی ۔ اور طرح طرح سے ہمکو دکھ دیا۔ اور ہمکو ہمارے دین سے پھرانا چاہا کہ خدا کو چھوڑکر پھر بتون کو پوجنے لگین اور جن بُری چیزون کو ہم پہلے جائز سمجھتے تھے ۔اُن کو پھر جائز سمجھین ۔پس جبکہ اُنھون نے ہم کو نہایت عاجز کردیا اور طرح طرح کے ظلم کیے ۔اور نہایت تنگ دوق کیا ۔اور ہمارے مزاحم ہوئے تو ہم اپنا وطن چھوڑکر تجھ کو اور بادشاہونکے مقابلہ مین بہتر جان کر تیرے ملک مین چلے آئے ۔ اور یہ امید کرکے کہ تیری موجودگی مین کوئی شخص ہم پر ظلم نہ کرسکے گا تیری پناہ اختیار کرلی۔

اس واقعہ مین تاریخون کی فروگذاشت

حیات القلوب اور ملا مجلسی علیہ الرحمتہ نے مفصلہ ذیل عبارت مین اس واقعہ کو لکھا ہے ۔جس مین حضرت جعفرؑ کی ابتدائی حصہ تقریر اور نیز جابجا اکثر حصہ واقعات کو اکثر تاریخ نویسون اور سیرت نگارون نے چھوڑ دیا ہے ۔حیات القلوب کی اصل عبارت یہ ہے ۔

نجاشی جعفر را طلبید ۔ ابن مسعود گفت کہ چون بنزد نجاشی می رفتیم جعفر گفت شما گوئید سخن ومکالمہ بادشاہ را بمن واگذارید ۔چون داخل مجلس شدیم امرائے نجاشی گفتند سجدہ کنید جعفر گفت ما غیر خدا را سجدہ نمی کنیم چون نجاشی رسالت قریش را نقل کرد جعفر گفت از ایشان بپرس کہ آیا ما بندہ ایشانیم عمرعاص گفت نہ ۔ بلکہ آزاد وبزرگواران قوم ہستند جعفر گفت بپرس آیا از ما قرضے طلب می دارند

نجاشی نے جعفر کو بلا بھیجا ۔ ابن مسعود نے کہا۔کہ جب ہم لوگ جعفر کی ہمراہی مین دربارشاہی مین جانے لگے تو جعفر نے کہا تم مین سے کوئی شخص تقریر نکرے بادشاہ سے جو کچھ کہنا ہوگا وہ ہمین تنہا کہین گے جب ہم لوگ دربارشاہی مین داخل ہوئے تو نجاشی کے امراے دربار نے کہا کہ بادشاہ کو سجدہ کرو جعفر نے نہایت آزادی سے کہا کہ ہم لوگ سواے خدا کے اور کسی کو سجدہ نہین کرتے۔ نجاشی نے جب ان سے سفیران قریش کے مدعاے رسالت کے متعلق استفسار کیا تو جعفر نے کہا کہ ان سے پوچھا

عمر گفت از شما بندہ نداریم جعفر گفت بپرس

آیا از ما خونے طلب دارند عمر گفت نہ جعفر گفت

پس چہ می خواہید از ما - آزار ما بسیار کردید

و ما از آزار شما بیرون آمدیم عمر گفت اے

بادشاہ این مخالفت ما می کنند در دین ما

و خدایان ما را دشنام می دہند و جوانان ما را

از دین می گردانند و جماعت ما را پراگندہ

می کنند - ایشان را بمن دہ تا امر ما مجتمع گردد

جعفر گفت اے بادشاہ سبب مخالفت ما

با ایشان این است کہ حق تعالی پیغمبرے در میان فرستادہ

است کہ ما را امر می کند - از برائے خدا

شریکے قرار ندہیم و بغیر خداوند یکتا کسی را

نہ پرستیم و قمار نہ بازیم و ما را امر می کند

بکردن نماز و دادن زکوۃ و عدالت و احسان

و نیکی با خویشان و نہی میکند ما یان را از

بدیہا ظلم و ستم و ریختن خون مردم بناحق

و از زنا و بازرو از خوردن مردار و خون -

و آن پیغمبر صلعم ہمان است کہ عیسیٰ بشارت

دادہ و بآمدن او و نام او احمد است

نجاشی گفت حق تعالی عیسیٰ را نیز بہمین

طریقہ تعلیم فرستادہ بود نجاشی را طریقہ گفتار

جاوے کہ آیا ہم ان لوگون کے غلام ہین کہ بھاگ کر آئے ہین

اور یہ ہمین واپس لینا چاہتے ہین - عمر عاص نے کہا یہ سب

احرار اور بزرگوار قوم ہین - جعفر نے کہا ان سے پوچھا جاوے

کہ ہم ان کے قرضدار ہین جس کے لیے ہمین یہ طلب کرتے ہین

عمر عاص نے کہا نہین ہمارا کوئی قرض ان پر نہین ہے

جعفر نے کہا ان سے پوچھا جاوے کہ ہم ان کے قبیلون مین سے

کسی کا خون کر کے یہان آئے ہین جسکے لیے یہ ہمکو طلب

کرتے ہین - عمر عاص نے کہا نہین - جعفر نے کہا پھر ان سے پوچھا

جاوے کہ یہ پھر کس حق سے ہمکو طلب کرنے آئے ہین حقیقت

یہ ہے کہ جب انکے مظالم و شدائد ہمپر بہت زیادہ بڑھ گئے تو ہم

اپنے ملک و وطن کو چھوڑ کر یہان چلے آئے - عمر عاص نے کہا

اے بادشاہ یہ ہمارے دین مین ہماری مخالفت کرتے ہین ہمارے

خداؤن کو بُرا کہتے ہین - ہمارے جوانون کو ہمارے دین سے برگشتہ

کرتے ہین اسی طرح سے کہ ہمارے اتفاق اتحاد باہمی مین اختلاف پیدا کرتے

ہین ان لوگونکو ہمارے حوالہ کر دیا جائے کہ ہمارا اتفاق اتحاد باہمی مرتب ہو جائے

یہ سنکر جعفرؓ نے کہا کہ اے بادشاہ ان کے ساتھ ہمارے اختلاف کا

باعث یہ ہے کہ خداوند عالم نے ہمارے لیے ہمارے درمیان ایک

پیغمبر بھیجا ہے جو خدا کی طرف سے ہمکو حکم کرتا ہے کہ ہم خدا کی

عبادت کرین کسی کو شریک نہ کرین اور سوائے خدائے واحد کے

کسی اور کی پرستش نہ کرین - جوا نہ کھیلین - شراب نہ پئین جھوٹ

نہ بولین - بلکہ نماز پڑہین - زکوۃ دین - اور دوسرون کے

جعفر بسیار خوش آمد۔

ص ۲۹۵ جلد دوم

ساتھ عدالت۔ احسان اور نیکی کرین۔ اور وہ ہمکو برائی کرنے۔ ظلم و ستم کرنے۔ اور آدمی کا خون ناحق کرنے۔ زنا کرنے۔ سود کھانے۔ اور مردار و خون کھانے سے منع کرتا ہے اور اے بادشاہ یہ وہی پیغمبر ہے جس کے آنے کی بشارت حضرت عیسیٰؑ نے دی اور اس کا نام احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتلایا ہے نجاشی نے کہا خدا کی قسم حضرت عیسیٰؑ بھی خدا کی طرف سے یہی تعلیم لیکر آئے تھے۔ اور نجاشی کو حضرت جعفر کا یہ حسن تقریر بہت پسند آیا۔

حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں نجاشی کا استفسار اور حضرت جعفر کا جواب

اس کے بعد ام سلمہ فرماتی ہین۔

قال لہ النجاشی هل معك مما جاء به عن الله من شئ فقال له جعفر نعم فقال له النجاشی فاقرء علی فقالت فقرأ علیه صدرا من کهیعص قالت فبکی والله النجاشی حتی اخضلت لحیته وبکت اساقفته حتی اخضلوا مصاحفهم حین ما سمعوا ما قرأ علیهم ثم قال النجاشی ان هذا والذی جاء به عیسی یخرج من مشکوٰة واحدة ۔ انطلقا فلو والله لا اسلمهم الیکم ولا تکادون۔

نجاشی نے پھر پوچھا کہ تم لوگون کے پاس خدا کے بھیجے ہوئے اشیا سے کچھ موجود ہے۔ جعفرؓ نے جواب دیا۔ ہان ہے نجاشی نے کہا اچھا اُسے سناؤ تو۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہین کہ حضرت جعفرؓ نے سورہ کھیعص کی ابتدائی آیتین تلاوت فرمائین۔ اُن کو سن کر خدا کی قسم۔ نجاشی اسقدر رویا کہ اُس کی داڑھی آنسوؤن سے تر ہوگئی۔ اور اُسکے درباری پادری بھی سب کے سب قرآن مجید کی ان آیتون کو سنکر جو اُن کے سامنے پڑھی گئی تھین اتنا روئے کہ اُنکے صحیفے آنسوؤن سے تربتر ہوگئے۔ اسکے بعد نجاشی نے کہا۔ کہ یہ کلام اور وہ جو حضرت عیسیٰؑ پہ اُتار اگیا ہے ایک ہی شمع کے نور ہین۔ پھر سفرا سے قریش سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم لوگ چلے جاؤ۔ ہم ان لوگون کو تم لوگون کو کبھی واپس نہ دینگے اور ان لوگون سے کبھی دغا نہ کرینگے۔"

قرآن مجید مین نجاشی اور اُسکے درباریون کی اثر پذیری کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ سورۂ مائدہ کی مفصلہ ذیل آیتین ان کی حقیقت کا انکشاف کرتی ہین

قرآن مجید اور اس واقعہ کی تصدیق

لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین امنوا الیھود والذین اشرکوا ولتجدن اقربھم مودۃ للذین امنوا الذین قالوا انا نصٰری ذلک بان منھم قسیسین ورھبانا وانھم لا یستکبرون واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینھم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق یقولون ربنا امنا فاکتبنا مع الشاھدین۔

(اے پیغمبر) مسلمانون کے ساتھ دشمنی کے اعتبار سے یہود اور مشرکین کو تم بت لوگون مین اُن کو قریب تر پاؤگے جو کہتے ہین ہم نصاریٰ ہین (مسلمانون کی طرف نصاریٰ کا) یہ (میلان) اس سبب سے ہے کہ اُن مین علما اور مشائخ ہین اور (نیز) یہ کہ یہ لوگ تکبر نہین کرتے اور جب (قرآن کو سنتے ہین جو رسول پر اُتارا گیا ہے۔ تو اے مخاطب تو دیکھتا ہے اُن کی آنکھون کو کہ اُن سے آنسو جاری ہین اس لیے کہ اُنھون نے پہچان لیا ہے حق بات کو (قرآن کو سنکر) دعا مانگتے ہین کہ اے پروردگار ہم تو ایمان لائے (تو دین حق کے) تصدیق کرنے والون کے ساتھ ہمکو بھی لکھ رکھ۔ (ترجمہ حافظ نذیر احمد صاحب مطبوعہ دہلی ص ۱۹۲)

کفار قریش کی دوسری مخالفانہ تدبیر

کفار قریش کی سیہ بختی اور تیرہ قلبی ایسی کیا تھی کہ ان روحانی مشاہدات کے بعد بھی انوار ہدایت سے اثر پذیر ہوتے۔ ان سیاہ قلبون نے ان معاملات سے متاثر ہونے کی جگہ نجاشی کو مسلمانون کے خلاف اُبھارنے کی ایک نئی تدبیر سوچی۔ ابن ہشام جناب ام سلمہ کی زبانی لکھتے ہین۔

فلما خرجا من عندہ قال عمرو عاص واللہ لاتینہ غدا عنھم بما

جب دونون سفیر قریش واپس آئے تو عمرو عاص نے کہا کہ کل ہم وہ ترکیب کرینگے کہ یہ مسلمان جڑ پیڑ سے

عبد الله ابن ربيعة وكان	نرم مزاج شخص تھا کہنے لگا کہ نہین۔ ایسا نہ کرو۔ آخر وہ
اتقى الرجلين فينا لا تفعل فان	لوگ بھی صاحب قبیلہ ہین۔ اُن کے تمام قریبی قبیلے ہمارے
لهم ارحاما وان كانوا قد	مخالف ہو جائینگے۔ عمر عاص بولا کچھ بھی ہو۔ کل تو ہم
خالفونا قال والله لاخبرته انهم	نجاشی سے ضرور کہین گے کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ کو خدا کا
يزعمون ان عيسى ابن مريم عبد	(بیٹا نہین) بندہ کہتے ہین۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو عمر عاص
قالت غدا عليه الغد فقال ايها	پھر نجاشی کے دربار مین پہونچا اور کہنے لگا۔ اے بادشاہ
الملك انهم يقولون في عيسى ابن	یہ لوگ (مسلمان) تو حضرت عیسیٰ کے متعلق عجیب غریب
مريم قولا عظيما فارسل اليهم	اقوال مشہور کرتے ہین اُن کو آپ بلا بھیجین اور دریافت
يسالهم عنه۔	فرمالین۔ چنانچہ یہ سُن کر نجاشی متعجب ہوا اور بلا بھیجا۔

مسلمانوں کا عام اضطرار

ابن ہشام اس موقع پر حضرت ام سلمہؓ کی زبانی مسلمانون کا اضطرار اور انتشار ایک طرف اور اُن کے استقلال و استقرار فی الدین کی کیفیت دوسری طرف ان الفاظ و عبارت مین لکھتے ہین۔

قالت ولم ينزل بنا مثلها قط	حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہین کہ ایسے سخت اضطراب کا وقت
فاجتمع القوم ثم قال بعضهم لبعض	ہم لوگون پر آج تک نہین پڑا تھا۔ پھر تمام لوگ جمع ہوئے
ماذا تقولون في عيسى ابن مريم اذا	اور ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی
سألكم عنه قالوا نقول والله	نسبت جو سوال کیا جاوے گا تو جواب مین کیا کہا جائے گا
ما قال الله وما جاءنا به نبينا	سبنے بالاتفاق یہی کہا کہ ہم تو وہی کہین گے جو ہمارے خدا نے
كائنا في ذلك ما هو كائن۔	اور جو کچھ ہمارے پیغمبر نے بذریعہ وحی الٰہی اُن کی نسبت
	ہم کو بتلایا ہے اب چاہے اس کے لیے ہمارے اوپر جو
	ہونے والا ہو ہو جائے۔

اس کے آگے ابن ہشام انھیں محترمہ کی زبانی لکھتے ہیں

قالت فلمّا دخلوا علیہ قال لھم ماذا تقولون فی عیسیٰ بن مریم قالت فقال جعفر بن ابیطالب نقول فیہ الّذی جاءنا بہ نبیّنا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھو عبداللہ ورسولہ و روحہ وکلمتہ القاھا الی مریم العذراء البتول قالت فضرب النجاشی بیدہ الی الارض فاخذ منھا عوداً ثم قال واللہ ما عدّ عیسیٰ ابن مریم ممّا قلت ھذا العود قالت فتناخرت بطارقتہ حولہ حین قال ما قال فقال وان نخرتم واللہ اذھبوا فانتم شیوم بارضی۔

جب مسلمان نجاشی کے سامنے حاضر ہوئے تو نجاشی نے پوچھا کہ تم لوگ جناب عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی نسبت کیا کہتے ہو حضرت ام سلمہ کہتی ہین کہ حضرت جعفر ابن ابیطالب نے کہا کہ ہمارے پیغمبر برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت عیسیٰ ابن مریم کی نسبت جو کچھ بذریعہ وحی الٰہی نازل فرمایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بندے تھے اور اُس کے رسول۔ اُس کی روح تھے اور اُس کے کلمات جو حضرت مریم۔ بتول العذراء (خاتون دوشیزہ معصومہ) کی طرف القا فرمائے گئے تھے۔ حضرت ام سلمہ کہتی ہین کہ جعفرؓ سے یہ کلمات سنکر نجاشی زمین کی طرف جھک پڑا اور اُس نے زمین سے ایک تنکا اُٹھایا اور کہا کہ خدا کی قسم جو کچھ کہ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت ان لوگون نے بیان کیا ہے اس تنکے سے بھی حضرت عیسیٰؑ اُس سے زیادہ نہین ہین۔ نجاشی کی تقریر سنکر اُس کے درباری پادری بہت برافروختہ ہوئے اور غصے مین اپنے نتھنے پھُلانے لگے اور اُن مین اور نجاشی مین گفتگو ہونے لگی نجاشی نے اُن سے ڈانٹ کر کہا کہ تم لوگ ہمارے ملک مین بدترین قوم ہو۔

حضرت جعفرؓ کی تقریر سے متاثر ہوکر نجاشی کی تصدیق اسلام

حیات القلوب مین اس واقعہ کو زیادہ تفصیل کے ساتھ مفصلہ ذیل عبارت مین لکھا ہے۔

عمر عاص گفت اے پادشاہ اینہا مخالفت تو می نمایند در امر عیسیٰ۔ نجاشی با جعفر گفت

عمر عاص نے کہا اے بادشاہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کے بارے مین آپ کے عقائد سے مخالفت کرتے ہین۔

چہ میگوید پیغمبر شما در باب عیسیٰ جعفر گفت
میگوید درحق عیسیٰ آنچہ خدا درحق او فرمودہ
است کہ روح خدا و کلمہ اوست کہ بیرون
آوردہ است از دخترے کہ مردان دست براو
نگزاشتہ اند پس نجاشی رو بعلماے خود
کرد و گفت زیادہ تر ازین در باب عیسیٰ
نمی توان گفت پس یا جعفر گفت آیا
در خاطر خود داری چیزے از آنہا کہ پیغمبر تو
زجانب خدا آوردہ است در باب عیسیٰ
جعفر گفت بلے۔ و شروع کرد بخواندن
سورہ مریم تا بآنجا رسید وهزي اليك
بجذع النخلة تساقط عليك رطبا جنيا
فكلي واشربي وقري عينا
پس نجاشی و جمیع علماے نصاریٰ کہ در مجلس
او بودند ہمہ بگریہ افتادند و بسیار گریستند و نجاشی
گفت مرحبا بشما و بہ آنکہ شما از پیش او آمدہ اید
گواہی میدہم کہ او پیغمبر خدا ست، و اوست
آنکہ عیسیٰ ابن مریم باو بشارت دادہ است
و اگر پادشاہی مرا مانع نبود ہر آئنہ می آمدم
و کفش او را برمی داشتم۔ بروید کہ شما ایمن
اید و کسے را با شما دستے نیست و امر کرد کہ

نجاشی نے پوچھا کہ اے جعفر تمھارے پیغمبر نے تمھین حضرت
عیسیٰ کے متعلق کیا بتلایا ہے جعفر نے جواب دیا کہ ہمارے
پیغمبر نے حضرت عیسیٰ کے متعلق وہی بتلایا ہے جو خداے
تعالیٰ نے اُنپر بذریعہ وحی نازل فرمایا ہے اور وہ یہ ہے
کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بندے ہین۔ اُسکی روح ہین اُسکے
وہ کلمات ہین جو ایک کنواری خاتون کے بطن سے متولد
ہوئے ہین۔ جعفر کے یہ کلمات سنکر نجاشی نے اپنے علماء
کی طرف دیکھا اور کہا کہ خدا کی قسم جناب عیسیٰ کا مقدار
وجود اس سے زیادہ نہین بتلایا جا سکتا پھر جعفر سے
مخاطب ہو کر کہا کہ خداے تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کے
بارے مین جو تمھارے پیغمبر پر وحی نازل فرمائی ہو۔ اسمین کے
اگر تمکو کچھ یاد ہو تو پڑھکر سناؤ۔ حضرت جعفر نے سورہ مریم
کی تلاوت شروع کی اور جب اس آیت پر پہونچے کہ
(اے مریم) اس کھجور کی جڑ کو (پکڑ کر) اپنی طرف ہلاؤ
تمپر پکّی پکّی تازہ کھجورین جھڑ پڑین گی۔ پھر (مزے سے)
کھجورین کھاؤ اور (چشمے کا) پانی پیو۔ اور (بیٹے کو دیکھکر)
اپنی آنکھین ٹھنڈی کرو۔ تو نجاشی اور اُسکے درباری
علماے نصاریٰ سب کے سب جو اُس مجلس مین حاضر تھے
رونے لگے اور دیر تک خوب روتے رہے۔ نجاشی نے کہا
تم (اے مسلمانون) تحسین ہو اور اُس بزرگ پر جسکے
پاس سے تم آرہے ہو اور مین گواہی دیتا ہون

برائے ایشان طعام و جامہ و ما یحتاج ایشان
را بدہند پس عمر عاص گفت اینہا مخالف
دین ما اند ایشان را بما بدہ. نجاشی
دست بروے او زد و گفت ساکت شو
اگر دین او را بد می گوئی من ترا بقتل می رسانم
و حکم کرد کہ ہدیہ او را رد کردند ص ۲۹۶ ج ۲
مطبوعہ لکھنؤ

کہ وہ بزرگ خدا کا پیغمبر ہے اور وہ وہی خاصہ خدا ہے
جس کی بشارت حضرت عیسیٰ مریمؑ نے دی ہے. اگر امور
سلطنت مانع نہ ہوتے تو بلا عذر مین انکی خدمت مین حاضر
ہوکر انکی نعلین مبارک اپنی آنکھون سے لگاتا. تم لوگ اپنے
اپنے مقام کو واپس جاؤ اور آرام و اطمینان سے رہو کوئی
شخص تمپر ہاتھ اٹھا نہین سکتا پھر اسکے بعد نجاشی نے حکم دیا کہ
خزانہ شاہی سے انکو کھانے پینے اور پہننے اور تمام ضروریات
روزمرہ کی چیزین مہیا کردی جائین. عمر عاص نے عرض کی کہ اے بادشاہ انھین ہمارے حوالہ کردے کہ یہ ہمارے
دین کے مخالف ہین - یہ سنکر نجاشی نے اس کے منھ پر ہاتھ مارکر کہا. چپ رہ - اگر تم اس کے دین (دین محمد صلعم)
کو برا کہوگے تو ابھی مین تمھین قتل کرا دون گا - اور اسیوقت عمر عاص کے تمام تحفے اور ہدیے واپس کردیے

حضرت جعفرؓ کے تبلیغی خدمات اسلامی پر تبصرہ

اس مین کسی کو کلام نہین ہوسکتا کہ قریش کی سفارت اگر اپنی مفسدہ انگیزیون مین
کامیاب ہوجاتی - تو غریب مہاجرین اسلام کی تمام امیدین خاک مین ملجاتین
پھر مصیبت زدگان اسلام کہین کے بھی نہ رہتے - نہ ملک حبشہ مین رہنے پاتے اور نہ وطن
و ملک مین واپس جاتے - اس لیے کہ اگر ملک حبش مین رہتے تو حکم شاہی رہنے نہین دیتا - اگر
ملک و وطن مین جاتے تو دروازے پر چڑھنے نہ پاتے . اور کچھ نہین تو یہ کہکر ضرور نکالدیے جاتے
کہ جس موقع و مقام کو تم خود چھوڑکر چلے گئے تھے اب وہان کیون آئے - غرضکہ اسلام اسیوقت
محض بے یار و دیار ہوکر تباہ و برباد ہوجاتا -

اسی کے ساتھ ساتھ واقعات تاریخی صاف بتلا رہے ہین کہ مشرکین قریش نے اپنی
تدبیر کی کامیابی مین اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اٹھا نہین رکھا - مکہ کے اور حجاز کے گران بہا تحالف
بادشاہ اور اس کے درباریون کے لیے ملک حبش مین پہونچے - اور نجاشی کے تمام درباری

ابن ہشام صفحہ ۱۱۰ مین بالتفصیل لکھا ہے) لیکن حضرت جعفر کی راسخ الایمانی اور معجز بیانی نے دشمنون کی تمام سلسلہ جنبانی اور ریشہ دوانی کو خاک مین ملادیا۔ اور کمال استقلال اپنے مقالات مین ملک و قوم کی کفر وضلالت۔ جہالت و غفلت۔ عداوت و شقاوت قوی دلیل اور کامل تفصیل کے ساتھ بیان کی اور اسی کے ساتھ اسلام اور بانی اسلام علیہ وآلہ السلام کے محاسن تعلیم اور فیوض ہدایت۔ اُس کے اصول اُس کے روحانی اور اخلاقی اور قومی احکام وفرامین اس خوبی اور خوش اسلوبی سے ظاہر و ثابت فرمائے کہ حاضرین اور تمام سامعین دربار شاہی کو حق و باطل۔ عالم و جاہل۔ ظالم و عادل کا امتیاز خاص معلوم ہوگیا اور تمام دربار مین ان کی معجز نما گویائی اور تقریر کی صفائی نے وہ اثر کیا کہ دربار کے کھڑے بیٹھے رونے لگے۔ اور خود بادشاہ کا دامن بھی آنسوؤن سے لبریز ہوگیا۔

حقیقتاً حضرت جعفر بن ابی طالب کی یہ تقریر اسلام کے حق مین اکسیر کا کام کر گئی۔ نجاشی اور اُسکی رعایا اُسوقت تک مسلمانون کو محض غریب الوطن۔ نادار اور غربا کی جماعت سمجھکر انکے ساتھ ہمدردی اور اعانت کا خیال رکھتے تھے۔ لیکن حضرت جعفر کی اس تقریر نے ثابت کردیا کہ وہ بڑی زندہ قوم ہونے والے ہین۔ اور ان کا مذہب جس کی تعلیم و اشاعت اسوقت اُن کی تمام مصیبتون کا باعث ہوئی ہے حقیقت مین تمام اخلاقیات و روحانیات کا مخزن ہے۔ اسلام کی تعلیم و ہدایت سے مستفیض ہوکر یہی نارسان۔ نادار اور بے یار و بے دیار قوم اپنے ملک و وطن کے علاوہ ممالک غیر کی تاجدار۔ اور معمورۂ عالم مین جملہ اصناف علوم و فنون کی موجد و معلم تسلیم کی جائے گی۔

یہ مسلمانون کی پہلی بلائے عظیم تھی۔ جو حضرت جعفر کی حسن تقریر نے اپنی قوت سے کاٹ دی مگر ظالمین وقت کی طرف سے ابھی اس کا سلسلہ ختم نہین ہوا تھا۔ اُنھون نے بادشاہ اور اُسکے درباری پادریون سے پہلے ان کی تقریرات کے اثرات زائل کردینے کیلیے دوسری ترکیب نکالی اور وہ حقیقتاً اگر کامیاب ہوجاتی تو ملک حبش سے اسلام اور اہل اسلام کی بیخکنی کے لیے پورے

طور سے کافی تھے۔ اس لیے کہ نجاشی خود بھی مذہباً عیسائی تھا اور اُس کی تمام رعایا بھی عیسائی۔ اور اُس زمانہ مین حضرت عیسیٰ کے ابن اللہ ہونے کا مسئلہ عیسائیت کا اصول اول قرار پاچکا تھا اور اسلام کی توحید خالص کی تعلیم اس کے بالکل مخالف تھی۔

اس بنا پر عمر عاص نے بادشاہ کو اپنے محاسن اخلاق کے اعتبار سے مسلمانون کی طرف سے روگردان کرنے مین اپنی ناکامیابی کا یقین کرلیا تو اُس نے اُس کو مخالفت مذہبی کے طریقہ سے مسلمانون کے اخراج پر آمادہ کرنا چاہا اور حقیقت مین ایسی ظاہری مذہبی مخالفت تھی جو طرفین سے ناقابل اصلاح تھی۔ اس لیے کہ مسلمان اپنی توحید کو چھوڑ سکتے تھے اور نہ عیسائی اپنی تثلیث کو۔ نتیجہ کیا ہوتا۔ مسلمانون کی طرف سے بادشاہ کی رنجیدگی اور کشیدگی بڑھتی اور یہی کفار قریش کا مدعائے اصلی تھا۔ اور اسی سے مسلمانون کی سب سے بگڑنے والی تھی اور کفار قریش کی بننے والی۔

لیکن مشاہدہ تاریخی بتلا رہے ہین واقعات سیرت ثابت کر رہے ہین کہ حضرت جعفرؓ نے اس موقع پر جس قدر اپنی طاقت زبانی کا اظہار فرمایا اُسی قدر اپنی قوت ایمانی کا۔ نہ اُن کی زور تقریر کو قریش کی قوت مجموعی دبا سکی اور نہ ان کے دین وایمان کے کمال استقلال کو نجاشی کی شاہانہ ہیبت وسطوت جنبش مین لاسکی انھون نے نہایت آزادی۔ دلیری اور جگرداری سے نجاشی کے بھرے دربار مین۔ عقائد اسلامی کے نقطہ اعتبار سے حضرت عیسیٰ مریمؑ کی اصلی اور حقیقی مقدار خلقت بتلادی۔ جس کو سوائے متعصب اور راشی پادریون کے علاوہ خود نجاشی اور تمام اہل دربار نے قبول کرلیا۔ اور نجاشی نے تو اُسیوقت تمام امرا وعلمائے دربار کے سامنے اعتراف بھی کردیا۔ اور ایک تنکا اُٹھا کر تمثیلاً بتلا بھی دیا کہ مسلمانون کے موجودہ عقیدہ سے۔ اس تنکے سے بھی زائد وجود عیسیٰ کی حقیقت بڑھ نہین سکتی۔"

محققین حق بین کی نگاہون مین اس نازک اور خوفناک موقع پر اسلام کی تبلیغ واشاعت

مجاہدین اسلام کی شمشیریں بھی نکر سکیں - حضرت جعفر نے غیر ملک - غیر قوم - غیر جنس کے دربار شاہی میں اور علاوہ اس کے اپنے دشمنوں کی ان مغویانہ اور مکارانہ تدبیروں کے عین موجودگی میں اسلام کو تباہی و بربادی سے بچا ہی نہیں لیا بلکہ اُس ملک اور ملک والوں کے دلوں میں اسلام کی بنیادیں قائم کردیں اور پھر اس استحکام و استقلال کے ساتھ کہ ملک حبشہ کا اسلامی اساس مذہبی آجتک اُنھیں پر قائم ہے۔

تاریخ مذہب کے پڑھنے والے اور واقعات عالم کی سیر کرنے والے جانتے ہیں کہ ملک حبشہ میں عیسائیت نہایت قدیم زمانہ سے ملکی مذہب کی حیثیت خاص رکھتی تھی اور یہاں کے علماء عیسائیت بھی اپنی قابلیت وجامعیت اور تعلیم ہدایت میں مشائخ روم و اسکندریہ سے فروتر نہیں تھے - عیسائیت کے ایسے قدیم مرکزیت سے اور اُس کے اصول کو عام قلوب سے مٹانا یا کم سے کم اُس کی قدیم بیخ و بُن کو جنبش میں لانا آسان کام نہیں تھا - حقیقت حال تو یہ ثابت کرتی ہے کہ حضرت جعفرؑ کی زبان نے لب عیسیٰ کا کام دیا ہے اور حبش کے جاہل اور مردہ اقوام میں اسلام کی روح پیدا کردی ہے اور خدائے واحد کی حقیقی اعتبار سے اُن کے قلوب نے احساس میں جان ڈالدی - تصرفات قدرت کے لطائف و عجائب پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو ان واقعات میں اُس کی تدبیر قدرت کی لطف انگیز ندرت پائی جاتی ہے -

یہ تو ظاہر ہے کہ اسوقت تک مہاجرین اسلام نے سوائے پناہ گزینی کے ملک حبش میں اسلام کی تبلیغ و تعلیم کی کوئی سلسلہ جنبانی نہیں کی تھی - اور نہ اسکے متعلق ایک حرف بھی کسی نے کبھی اپنے مُنھ سے نکالا - جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی خلاف مصلحت وقتی سمجھکر مسلمانوں کو اس کی اجازت بھی نہیں دی تھی - کیونکہ گھر میں تو اسلام کی اشاعت کے باعث اپنی مخالفت کے اتنے طوفان اُٹھائے گئے - اسلام کی تبلیغ و تعلیم اگر بیرونی ممالک میں شروع کی جاتی تو خدا جانے کتنے سر بفلک فتنہ و فساد برپا

کیے جاتے اس بنا پر تبلیغ اسلامی کی یہ تجویز ایک وقت خاص تک روک لی گئی - ورنہ - اس سے تو اسلام کا آغاز ہی مین خاتمہ ہو جاتا -

لیکن قدرت نے اپنی جبروت کا یون اظہار کردیا کہ خود کفار قریش سے تبلیغ اسلام کے اسباب فراہم کرائے سے عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد - کی حقیقی مثال اور اصلی صورت دکھلادی - عمر عاص کی مغویانہ اور مکارانہ تدبیر نے نجاشی کے دربار عام مین تثلیث قدیم کے سامنے پہلے پہل توحید خالص کے مسائل پیش کرکے پہلے شاہی قبولیت خاص اور پھر قومی ایجاب عام کے درجہ تک پہونچایا - قدرت کی اس ندرت کو تو دیکھیے کہ آخرکار خود عمر عاص کو بھی اسی مقام اور اسی مجمع مین ایک دن اسی اول خطیب اسلامی حضرت جعفر ابن ابی طالب ہی کے ہاتھ پر اسلام کا اقرار و اظہار کرنا پڑا - جیسا کہ بہت جلد ہمارے سلسلۂ بیان سے ظاہر ہوگا - واللہ یفعل ما یشاء ان اللہ علی کل شئی قدیر

ابھی اس واقعہ مین ہمکو ایک ضروری نکتہ بتلا دینا لازمی ہے اور وہ یہ ہے کہ مہاجرین اسلامی کی موجودہ جماعت مین حضرت جعفر کی اس انتخاب خطابت پر صحابہ مہاجرین کو ان کی کس خصوصیت اور فضیلت نے مجبور کردیا تھا اس کی وجہ بالکل ظاہر ہے اور سبب اس کا بالکل صاف - اس کا سمجھ لینا بالکل آسان ہے - اور وہ یہ ہے کہ اسلام اسوقت تک بالکل قلبی اور روحانی صداقت مین ڈوبا ہوا تھا - خارجی اور بیرونی تصرفات سے اس کا دامن عقیدت بالکل پاک وصاف تھا - وہ حضرت جعفر کی ذاتی عظمت - رسول اللہ صلعم کے ساتھ ان کی ذاتی قرابت اور قدیمی صحبت و رفاقت اور اصول اسلام سے ان کی معرفت و مہارت کو خوب جانتے تھے انھون نے نہایت دانشمندی اور نیک نیتی سے اپنا خطیب اور اپنا نمایندہ مقرر کرنے کے مسئلہ پر غور کیا - اور اسی کے ساتھ موقع کی اہمیت و نزاکت فضاے ماحول کی ہیبتناک اور دہشت انگیز صورت - مخالف مذہب بادشاہ ملک و وقت کی سطوت - خصوصًا مذہبی

دہمت قائم رکھنے کی ضرورت مخالفین کی برسر موقع مجمع احتجاج مین موجودگی اور شرکت کے تمام گرد و پیش حالات و مشاہدات کے علاوہ بقاے اسلام اور اپنی حفاظت جان و مال کی ضرورتون کو بھی پیش نظر رکھکر اپنی جماعت موجودہ مین سے ایک ایسی فرد خاص کی تلاش و تجسس اختیار کیا جس مین یہ تمام اوصاف موجود ہون اور وہ اُن کی تمام جماعت مین اسلام کی کامل معرفت رکھنے والا اور مخالف کے مقابلہ مین احتجاج استدلالیہ کے ساتھ ثابت کرنے والا اور ایسے موقع پر رعب و سطوت ملوکانہ سے نہین دبنے والا- اور اپنی کامل الاسلامی اور راسخ الایمانی پر اس ہمت و استقلال سے قائم رہنے والا سواے جعفر ابن ابی طالب کے کوئی دوسرا نہ ملا- یہ کیون ؟ اس لیے کہ مہاجرین حبشہ مین شہنشاہ رسالت کے اصحاب خاص تو سب ہی تھے مگر ارباب خاص سواے حضرت جعفرؑ کے کوئی بھی نہین تھا- یہ بھی بالکل ظاہر ہے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی قرابت قریبہ- صحبت و رفاقت سابقہ اور آپ کی تعلیم و ہدایت کے اعتبار خاص سے اصول اسلامی کی حقیقی معرفت پر جتنا حضرت جعفرؑ کو عبور کامل ہو سکتا تھا کسی دوسرے کو نہین- اسی خصوصیت خاص کے لحاظ سے عقائد اسلامی کی تفصیل و بیان کو جس تفصیل و تشریح سے یہ بیان کر سکتے تھے کوئی دوسرا نہین- پھر ایسے راسخ فی العلم اور کامل فی الایمان بزرگ کی موجودگی مین کس کو حق حاصل تھا جو معارف اسلامی کی تفصیل و تبلیغ کے لیے انتخاب کیا جاتا-

اس بنا پر تمام واقعات و مشاہدات ثابت کر رہے ہین کہ مسلمانون کے اس دانشمندانہ انتخاب سے نہایت مفیدانہ اور کامیابانہ نتائج برآمد ہوئے اور جناب جعفرؑ کی حسن تقریر نے اسلام اور اہل اسلام کی جان و مال کو بچا بھی لیا اور اُس کے اصول عقائد کو حبش اور اہل حبش کے قلوب مین نقش کر دیا- یہی واقعات تاریخی یہ بھی ثابت کر رہے ہین کہ ابتداے اسلام کی تبلیغی دائرہ اور معلمین و مبلغین اسلام کے قدیم جریدہ مین - اسلامی عقائد و اصول کے اول معلم اور اول مبلغ حضرت جعفر ابن ابی طالب تھے - اور بربناے مخالفت اور مخاصمت سواے

مشرکین قریش جو شاندار کامیابی آپ کو اپنی تبلیغی اور تعلیمی خدمات مین حاصل ہوئی وہ کسی دوسرے اسلامی مبلغ یا معلم کو ہین ان ھذا لفضل اللہ یوتیہ من یشاء

ہجرت حبشہ کی یادگارین حضرت ابیطالب کے اشعار

جعفر بن ابیطالب کی کامل کامیابی اور عبداللہ بن ربیعہ و عمرو عاص سفرائے قریش کی بالکل ناکامیابی اور محرومی کی خبر جب مکہ مین پہونچی تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسرت و اطمینان قلبی کی خصوصًا اور تمام بنی ہاشم کی فرحت و بہجت دلی کی عمومًا کوئی انتہا نہین تھی۔ حضرت ابیطالب نے نجاشی کی دلجوئی و دلداری اور جناب جعفر کی خدمت اور کارگذاری کی یادگار مین یہ اشعار منظوم فرمائے۔ جنکو ہم ابن ہشام کی تاریخ سے ذیل مین لکھتے ہین۔

الا لیت شعری کیف فی النای جعفر
وعمرو واعداء العدو والاقارب
فهل قال افعال النجاشی جعفرا
واصحابه او عاق ذلك شاغب
تعلم ابیت اللعن انك ماجد
کریم فلا یشقی لدیك المجانب
تعلم بان اللہ زادك بسطة
واسباب خیر کلها بك لازب
وانك فیض ذو سجال غزیرة
ینال الاعادی نفعها والاقارب
(ابن ہشام)

میرے یہ اشعار جعفر اور عمرو عاص اور ان دشمنون کے فاصلہ و مقدار عداوت کی کیفیت خاص کو بتلاتے ہین جو اپنون کے بھی دشمن ثابت ہوتے ہین اور بیگانون کے بھی۔ اگر سفرائے قریش کی جگہ انکی جگہ نجاشی جعفر اور انکے ہمراہیون کے ساتھ اظہار فتنہ و فساد کرتا تو ہم کیونکر اسکو قابل الزام کہہ سکتے تھے اے نجاشی۔ ہم تجھے ملامت کرنے سے قطعی انکار کرینگے اسلیئے کہ تم بزرگ مرتبہ ہو اور اہل کرم ہو۔ اور کسیطرح شقی نہین ہو سمجھو کہ خدائے تعالیٰ نے تمکو صاحب حلم و بسط کیا ہے اور نیکیون کے تمام اسباب تمہارے پاس جمع ہین اور تمہارا فیض ایسا عزیز اور مفید عام ہے کہ اس سے دوست اور دشمن دونون منتفع ہوسکتے ہین ایسے اسیدوار کہتے ہیں

حضرت ابیطالب کے یہ اشعار حقیقت و واقعیت مین بالکل ڈوبے ہوئے ہین۔ پہلے شعر مین لومہاجرین حبشہ کی غربت و مصیبت۔ اور باوجود اتنی قرابت و

نجھتی کے کفار قریش کی ان غریب الوطنون کے سخت مخالفت وعداوت بیان کی گئی ہے۔ اُن کو اس حالت خاص کی رعایت سے دوست دشمن دونون کا دشمن تبلایا گیا ہے اور یہ حقیقت مثال اُنکی حقیقت حال سے بالکل مطابق ہے۔ دوسرا شعر اصل واقعہ کی تفصیل ہے۔ حقیقتاً اگر یہ افعال مہاجرین اسلام کے ساتھ نجاشی نے کیے ہوتے جو قریش عمل مین لائے۔ تاہم وہ کبھی قابل الزام نہین ٹھہرایا جا سکتا تھا۔ اس لیے کہ وہ تو بالکل ایک غیر قوم وغیر ملک کا آدمی تھا حقیقت مین سلمانونکے ساتھ نجاشی کے یہ محاسن سلوک اُس کی نیک طبعی۔ پاکیزہ نفسی اور انصاف پسندی کے اصلی ثبوت ہین۔ اور نجاشی کے انھین محاسن کی تفصیل مین آخر کے دو اشعار مرتب کیے گئے ہین۔

نجاشی کے ملک پر مخالفین کا حملہ اور سلمانون کی ہمدردی

نجاشی کے دربار سے مہاجرین اسلام حضرت جعفرؓ کے ہمراہ پورے طور سے کامیاب ہوکر۔ انعام واکرام شاہی کے ساتھ اپنے اپنے مقام پر واپس آئے اور عبداللہ بن ربیعہ اور عمرو عاص ذلیل و پشیمان ہوکر مکہ واپس گئے اسی روز سے نجاشی کے دل مین مسلمانون کی عزت اور حضرت جعفرؓ کی قدر و منزلت اور اسلام کی عظمت پہلے سے بھی زیادہ ہوگئی۔ اور اہل اسلام کی خدا پرستی۔ دینداری۔ سچائی اور راست بازی کا اُس کو یقین کامل ہوگیا اور مذہب اسلام کو وہ خدا کا سچا اور برحق مذہب یقین کرنے لگا حضرت جعفرؓ کی صدق بیانی اور راسخ الایمانی نے نجاشی کے دل کو معرفت دینی کے انوار سے نورانی کر دیا تھا۔ اس بنا پر اب نجاشی کے دل مین جسقدر جناب جعفرؓ کی عظمت و وقعت اور احترام واکرام جاگزین تھا ویسا کسی عیسائی علما و مشائخ کا نہین۔

اسی اثنا مین نجاشی کے بعض علاقون مین کسی دشمن نے فتنہ و فساد کی نیت سے حملہ کر دیا۔ جانبین سے مقابلہ و مقاتلہ کی نوبت پہونچ گئی۔ نجاشی کی فوجین پوری طیاری کے ساتھ میدان جنگ مین پہلے سے موجود ہوگئی تھین تھوڑے دنون تک نجاشی کو محاذ جنگ کے کوئی تفصیلی حالات نہین معلوم ہوئے تو نجاشی کو انتظار کے ساتھ اضطرار رہا۔ مسلمان آغاز جنگ ہی سے نجاشی کی فتح و فیروزی کے خواہان تھے۔ حضرت جعفرؓ نے اس موقع پر اپنے

... بھی نجاشی کی حمایت میں پیش پیش ہیں اور شریک جنگ ہونے کی
اُس سے اجازت مانگی - مگر نجاشی نے یہ کہکر کہ آپ حضرات ہمارے مہمان ہیں - میری حیا و غیرت
کا یہ مقتضی نہیں ہے کہ میں اپنے سیاسی اور ملکی مدعا کے لیے اپنے مہمانوں کی جانیں ضایع کرادوں اور
اُن کے خون بہادوں - دنیا والے تو پیچھے - پہلے تو تمھاری قوم قریش کے لوگ مجھے کیا کہیں گے۔

مسلمان نجاشی کے اس جواب سے خاموش ہو گئے۔ لیکن جب اس موقع پر مسلمانوں نے
بادشاہ کے اضطرار و انتشار کی یہ کیفیت دیکھی تو حضرت جعفرؓ کے ساتھ ہر مسلمان نے عرض کی
کہ ہم میدان جنگ کی ابھی ابھی خبر لاتے ہیں -

بات یہ تھی کہ محاذ جنگ دریا کے اُس پار واقع تھا - اور دریا بڑی شدت سے چڑھا ہوا تھا!
ہوا بھی طوفانی تھی اس لیے کوئی شخص میدان جنگ میں جانے اور حالات جنگ کی خبر لانے
کی جرأت نہیں کرتا تھا - لیکن مسلمانوں کی جمعیت میں حضرت جعفرؓ کی ہمت افزائی سے زبیر بن العوام
جو اس وقت تمام مسلمانوں میں سب سے زیادہ کمسن تھے گویا اب عنفوان شباب کی منزل تک
پہونچ رہے تھے - اس دشوار گزار خدمت پر تیار ہو گئے اور دریا کی عین موج خیزی اور تلاطم
کے عالم میں پیٹ پر مشک باندھکر دریا پار ہو گئے اور میدان جنگ میں پہونچے - ادھر حضرت جعفرؓ
مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں نجاشی کی فتح و نصرت کی دعا میں مصروف ہوئے
حضرت جعفرؓ کا عزم حمایت صرف دعا ہی پر محدود نہیں تھا - بلکہ وہ باوجود نجاشی کے انکار کے
بھی اپنی جماعت مہاجرین کے ساتھ اُس کی فوجی امداد کے لیے بھی بالکل تیار تھے - لیکن
اس کی نوبت ہی نہیں آئی - شام ہوتے ہوتے نجاشی کے فتح و کامرانی کی خبر آگئی - اور زبیر
بھی محاذ جنگ سے مع الخیر واپس آئے۔

حضرت جعفرؓ کے یہ ہمدردانہ اور مخلصانہ اظہار حمایت بھی نجاشی کی بہت بڑی مسرت
کا باعث ہوئے اور وہ اُسیوقت سے حضرت جعفرؓ اور اُن کے ہمراہیوں کی وفاداری
... جان نثاری کا معتقد ہو گیا - تھوڑے دنوں کے بعد حضرت جعفرؓ کے مشکوئے اعلیٰ

مین عبداللہ ابن جعفر کی ولادت واقع ہوئی۔ باپ نے عبداللہ نام رکھا۔ اتفاق سے چند روزون کے بعد نجاشی کے محل شاہی مین بھی لڑکا پیدا ہوا۔ نجاشی نے حضرت جعفر کے مشورہ و ہدایت سے اُس کا نام محمد رکھا۔

افواہ غلط کی بنا پر حبشہ سے اکثر مہاجرین کی واپسی

چند روزون کے بعد اس غلط افواہ کے پھیل جانے سے کہ پیغمبر صاحب نے مشرکین کے ساتھ صلح کر لی۔ اکثر مسلمان حبشہ سے واپس چلے گئے اور اُن لوگون کو مکہ پہونچ کر اس خبر کا غلط ہونا معلوم ہوا تو وہ سب کے سب غریب۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کی کشمکش مین گرفتار ہو گئے آخر کار کیا کرتے انھین سابق بلکہ اب تو اُن سے بھی زائد مصائب مین روز و شب گرفتار رہے۔ بخلاف ان مہاجرین کے حضرت جعفرؓ نے ملک حبش سے اپنی نقل و حرکت کو قبل از وقت اور مخالف مصلحت سمجھا۔ اور وہین مقیم رہے۔

بنی ہاشم اور شعب ابی طالب کی قید سہ سالہ

قریش کی سیہ بختی اور شقاوت قلبی ایسی کیا تھی جو اس سخت و شدید کانئی کے بعد بھی مروت و نیک بختی کا سبق لیتی وہ تو شدت عصبیت مین پہلے سے بھی زیادہ شدید ہو گئے۔ اور اُس کا نتیجہ نومسلم قریش کے تمام قبیلون کو چھوڑ کر اکیلے قبیلہ بنی ہاشم پر شعب ابی طالب کی قید سہ سالہ کی صورت مین ظاہر ہوا جسمین باستثنائے بدبخت ابولہب کے بنی ہاشم و بنی عبد المطلب مع حضرت ابیطالب بہ حیثیت تبعیت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تین برس کی مدت دراز تک مقید رہے۔ پھر اس شدت کے ساتھ کہ غریبون کو نہ کھانا مل سکے نہ دانا۔ اُس درّہ کوہ سے ایک قدم بھی باہر نکلنے کی جرأت نہ کر سکتے تھے۔ تمام کاروبار روزمرہ سے معطل رہ کر محصورین بنی ہاشم نے جیسی جیسی تکلیفین اور مصیبتین اُٹھائین وہ اُنھین کے نفوس عالیہ اور فطرت صالحہ کا کام تھا یا اُن کے راس الرئیس اور افتخار خاندان سید و سردار کے فیوض ارشاد و ہدایت تھے جو صبر و قناعت اور رحمت کا نمونہ بنا کر بندگان الٰہی کو صبر و تحمل اور راضی برضا ہونیکی تعلیم خاص فرمانے کی غرض سے مبعوث فرمایا گیا تھا۔ تین برس کامل کا یہ زمانہ جس شدت و مصیبت سے بنی ہاشم

گزرا ہے وہ قابل بیان نہیں۔ مکہ کی نومسلم جماعت تو اپنے قبائل کی حمایت میں چین سے گھروں میں بیٹھے تھے۔ اور اپنے تمام حوائج روزمرہ پورا کرتے تھے مصیبت تھی تو اکیلا بنی ہاشم کی جان پر۔ ایسی مجبوری اور محصوری کی حالت میں جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مہاجرین حبشہ کی عموماً اور جناب جعفر کی خصوصاً تین برس کامل تک کوئی خبر مل نہ سکی اور کیسے ملتی۔ جب شہر کی اور خاص اپنے چھوٹے ہوئے گھر کی خبر نہیں مل سکتی تھی کہ لٹ رہا ہے یا کھڑا جل رہا ہے تو اتنے دور دراز ممالک غیر مین خبر ملنے کے کون ذرائع قائم ہو سکتے تھے۔ بہرحال تمام مصائب کے ساتھ ان غریب الوطنون کے حالات سے لاعلمی کی مصیبت خاص پر بھی صبر و تحمل فرمالیا گیا۔

خدا خدا کر کے اس سہ سالہ حبس بیجا کی مدت بھی کٹ گئی۔ مگر دو ہی تین مہینوں کی آزادی کے بعد جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا اور حضرت ابیطالب کی دائمی مفارقت نے صدمات عظیم پہونچائے۔ ان دونوں ذوات مقدسات کے اُٹھ جانے سے قریش جو کچھ بھی آپ کی ایذادہی مین نرمی سے کام لیتے تھے۔ اور بھی تیز و تند ہوگئے یہان تک کہ حضور انور کو مکہ سے بنی ہوازن کی امید حمایت پر طائف جانا پڑا۔ مگر حکم تقدیر سے وہان بھی نتیجہ خلاف امید نکلا۔ جس شقاوت و بیدردی سے آجتک مکہ والے بھی پیش نہین آئے تھے۔ وہ طائف والون نے کر دکھلایا۔ مجبوراً حکیم بن حزام وغیرہ کی ضمانت پر آپ پھر طائف سے مکہ مین واپس آئے۔ یہ ایام جناب سرور کائنات صلعم پر نہایت سخت و شدید تھے۔ یہان تک کہ خود آپ کو اپنی جان بچنے کی امید باقی نہین تھی۔ اور باقی رہتی تو کیسے حضرت ابیطالب کا ایسا شفیق اور جان نثار عم نامدار سر سے اُٹھ گیا۔ جناب خدیجہ کی ایسی دلسوز اور غمگسار بی بی ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگئی۔ ایسی تنہائی۔ بیکسی اور بے بسی کے عالم مین جناب رسولخدا صلعم کو اپنی جان بچانی سخت دشوار تھی اور یہی کل ظاہر ہے کہ ایسی مایوسی اور

تھے ۔ حضرت جعفرؑ کو مکہ اور اہل مکہ کے طور واطوار کے اخبار موقع موقع سے پہونچ جاتے تھے اور تعلیم رسالت کے موافق اُن پر صبر و تحمل فرمالیا کرتے تھے ۔ یہان تک کہ مدبرانِ قدرت نے شہنشاہ رسالت کو ان تمام مصائب سے پوری آزادی عنایت فرمائی ۔ اور آپ مدینہ والون کی دعوت کو قبول فرماکر حکم محکم اِنَّ اللہَ یَامُرُکَ بِالْھِجْرَۃِ کے مطابق مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما گئے ۔

مدینہ مین ہجرت

مدینہ مین تشریف لانے کے بعد اگرچہ جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ سے بظاہر زیادہ اطمینان تھا ۔ لیکن یہان کے اندرونی امن وامان کے نظام اور نیز مخالفین کے بیرونی حملات کے دفاعی اہتمام سے دم بھر کے لیے آپ کو فرصت نہین تھی ۔ لیکن باینہمہ اتنی سکونی حالت ضرور پیدا ہوگئی تھی کہ اندرونی و بیرونی حالات کی اطلاعیابی کے ذرائع سابق کی طرح مسدود نہین تھے ۔ اور مدینہ مین مختلف علاقون کے تجارتی قافلون کی آمدورفت سے ان اقسام کی اطلاع ملتی رہتی تھی ۔ انھین اطلاعات مین اگر براہ راست نہین تو ہمسایہ اور قرب وجوار کے تُجّار سے ملک حبش کے سُنے سنائے حالات معلوم ہوجایا کرتے تھے ۔ اور یہ معلوم کر کے کہ مہاجرین اسلام کی باقیماندہ جماعت نجاشی کی خاص توجہ سے امن وامان آرام اور اطمینان کے ساتھ مقیم ہین جناب سرورِ کائنات صلعم کو پورا اطمینان ہوجایا کرتا تھا ۔

نجاشی کا اعلان اسلام

اس مین بھی کوئی کلام نہین کہ حضرت جعفرؑ کے ساتھ نجاشی کی مجالست ومکالمت اور ارتباط واتحاد بڑھتا جاتا تھا ۔ اسلام کی طرف اُسکا میلان ورجحان طبیعت بڑھتا جاتا تھا ۔ چنانچہ فیمابین صرف سہ سالہ خلوت وجلوت نے یا حضرت جعفرؑ کی خاموش تبلیغ وتعلیم اسلامی نے نجاشی کو اسلام کا مطیع ومنقاد بنادیا چنانچہ وقوع بدر کے وقت تک گو وہ اپنے بعض مصالح خاص سے اپنے اسلام کا اظہار واعلان نہ کرسکا ۔ لیکن تاہم جنگ بدر مین

[illegible]

عقیدت کا اظہار کیا ہے اُس کی تفصیل خاص حضرت جعفر کی زبانی مرقوم ہے۔ حیات القلوب مین ہے

کلینی و شیخ طبرسی و دیگران بسند ہاے معتبر از
امام جعفر صادق علیہ السلام روایت کردہ اند
کہ نجاشی بادشاہ حبشہ روزے کسی را فرستاد
و جعفر طیار و اصحاب او را طلبید چون براو
داخل شدند دیدند کہ از تخت سلطنت فرود
آمدہ و بر روے خاک نشستہ است و جامہاے
کہنہ پوشیدہ است جعفر گفت چون او را
بر این حال مشاہدہ کردیم پرسیدیم چون تغیر
روے ہاے ما دید گفت سپاس می گویم و
شکر می کنم خداوندے را کہ محمد صلعم را
نصرت دادہ است و دیدہ مرا بنصرت
او شاد گردانید می خواہید شما را بشارت
دہم۔ گفتم بلے اے بادشاہ گفت در این
ساعت جاسوسے از جواسیس من آمدہ
خبر آورد کہ حق تعالی نصرت دادہ است
پیغمبر خود۔ محمد صلعم را و بسیارے از
دشمنان او را ہلاک گردانیدہ است۔
فلان فلان کشتہ شدہ اند و فلان فلان
اسیر شدہ اند۔ و ملاقات ایشان با دشمنان

کلینی۔ شیخ طبرسی اور دیگر علما معتبر اسناد کے ساتھ جناب
امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہین کہ ایکدن
نجاشی بادشاہ حبشہ نے حضرت جعفر اور اُنکے ہمراہیون کو بلا بھیجا
حضرت جعفر کا بیان ہے کہ جب ہم لوگ وہان پہونچے تو ہم نے
نجاشی کو دیکھا کہ تخت سے نیچے اُتر آیا ہے اور زمین پر بیٹھا
ہے اور پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ہے۔ حضرت جعفر کا بیان
ہے کہ ہم اُس کے اس حال کو مشاہدہ کرکے ڈر گئے اور
نجاشی نے خوف کے آثار ہمارے چہرون کے تغیر سے
دیکھکر کہا کہ ہم اُس خداے عزوجل کی سپاس و منت گزاری
کرتے ہین کہ جس نے محمد صلعم کو فتح و نصرت عنایت فرمائی
اور اُن کی فتح کے مژدہ سے میری آنکھین ٹھنڈی ہوئین۔
کیا تم چاہتے ہو کہ مین تم کو اس فتح کی بشارت سناؤن
جعفر کہتے ہین کہ مین نے کہا اے بادشاہ آپ ہمکو ضرور
اس فتح کی بشارت سنائین۔ نجاشی نے کہا ابھی ابھی میرے
جاسوسون مین سے ایک جاسوس خبر لایا ہے کہ خداوند عالم
نے اپنے پیغمبر کو فتح عنایت فرمائی ہے اور بہت سے دشمن ہلاک
ہوگئے ہین۔ فلان فلان مارے گئے ہین اور فلان فلان اسیر ہوئے
ہین۔ در جانبین سے مقابلہ مقام بدر اُس وادی مین ہوا
ہے جسکو بدر کہتے ہین۔ میرے جاسوس کا بیان ہے

می گویند۔ گویا می بینم آن وادی را کہ در آنجا گوسفند می چرانیدم برائے آقائے خود کہ مردے بود از بنی ضمیرہ۔ پس جعفرؓ گفت اے بادشاہ شائستہ چرا بر خاک نشستہ و جامہائے کہنہ پوشیدہ گفت اے جعفرؓ۔ در انجیل خواندہ ام کہ از حقوق لازمہ خدا بر بندگان این است کہ ہر گاہ خدا نعمتے تازہ بر ایشان بفرستد ایشان شکر تازہ بعمل آورند و باز در انجیل خواندہ ایم کہ ہیچ شکرے از برائے خدا بہتر از تواضع و فروتنی نیست لہٰذا برائے شکر نعمت فتح پیغمبر خدا فروتنی و تواضع کردہ ام نزد حق تعالیٰ۔

وقت اپنے مالک کی دُنبیاں چرا رہا تھا جو قبیلہ بنی ضمیرہ کا ایک آدمی تھا۔ حضرت جعفرؓ نے کہا پھر اے بادشاہ۔ تو پھر آپ ننگی زمین پر کیوں بیٹھے ہیں اور پھٹے پرانے کپڑے پہنے کیوں بیٹھے ہیں۔ نجاشی نے جواب دیا اے جعفرؓ میں نے انجیل میں پڑھا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حقوق لازمہ میں سے بندوں پر یہ حق بھی لازم ہے کہ جب کوئی نئی نعمت اپنے بندوں پر نازل فرمائے تو بندے اُس کی بارگاہ میں شکر تازہ کا اظہار کریں اور یہ بھی انجیل میں پڑھا ہے کہ شکر الٰہی کا اس سے بڑھکر اور کوئی طریقہ اظہار نہیں ہے کہ اپنی طرف سے اظہار تواضع و فروتنی کیا جاوے۔ اس لیے میں نے جناب پیغمبر خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس فتح و نصرت کے اظہار تشکر میں اپنی طرف سے فروتنی اور تواضع کا اظہار کیا ہے۔ حیات القلوب جلد دوم ص ۲۹۷۔

نجاشی کے نام فرمانِ رسالت

واقعہ بدر کے بعد سے لیکر جنگ احزاب تک کی ۳ سالہ مدت بھی جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو مشرکین مکہ اور منافقین مدینہ کے پے در پے اور متواتر حملات کے دفاعی کوششوں اور اطراف مدینہ میں قیام امن و امان کی تدبیروں میں گزری مقامی اور اندرونی انتظاموں سے آپ کو اتنی فرصت کہاں تھی جو بیرونی انتظامات و تعلقات قائم کرنے کی طرف توجہ فرمائی جاتی۔

جب ان تمام انتظاموں سے کسی قدر فرصت ملی تو ۶ھ ہجری میں بیرونی مقامات سے روابط و اتحاد قائم رکھنے کی سلسلہ جنبانی آغاز فرمائی گئی۔ تبلیغ اسلام کے ساتھ جو رسالت کا فرض اولین تھا بیرونجات کے سلاطین و سرداران قبائل کے نام اتحاد و اتفاق اور عام

امن وامان قائم رکھے جانے کی غرض سے خطوط وفرامین ارسال فرمائے گئے ۔ اکثر مقربین صحابہ بارگاہ رسالت سے اس منصب رسالت وسفارت پر مامور ہوئے ۔ انھیں میں سے عمر ابن امیۃ الضمیری نجاشی شاہ حبشہ کے پاس نامۂ مقدس لے جانے کی خدمت پر مامور ہوئے ۔ نامۂ مقدس جو نجاشی کے نام لکھا گیا تھا اُس کی عبارت یہ تھی ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

من محمد رسول اللہ الی النجاشی اصحم ملك الحبشۃ سلام انت وانی احمد الیك اللہ الملك القدوس السلام المهیمن المؤمن الجبار واشهد ان عیسی ابن مریم روح اللہ وکلمۃ اللہ القاها الی مریم البتول الطیبۃ الحصینۃ فحملت بعیسیٰ فخلق اللہ من روحہ ونفخہ کما خلق آدم بیدہ ونفخہ وانی ادعوك الی اللہ وحدہ لاشریك لہ والولاۃ علی طاعتہ وان تتبعنی وتومن بالذی جاءنی فانی رسول اللہ وقد بعثت الیك ابن عمی جعفرا ونفرا معہ من المسلمین فاذا جاؤك فاقرهم ودع التجبر وانی ادعوك وجنودك الی اللہ فقد بلغت ونصحت فاقبلوا نصحی والسلام علی من اتبع الهدیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ کی طرف سے نجاشی اصحم بادشاہ حبشہ کے نام تجھے سلامتی ہو ۔ سُن لے پہلے اللہ کی تیری طرف سے پھر اپنی طرف سے تعریف کرتا ہوں جو مالک ہے قدوس ہے ۔ مومن ہے اور مہیمن ہے ۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ ابن مریم خدا کی روح اور کلمہ ہیں جو مریم ۔ دوشیزہ طیبہ اور عفیفہ کی جانب سے بھیجے گئے تھے ۔ اور اُنھیں عیسیٰ کا حمل ہو گیا خدا نے عیسیٰ کو اپنی روح اور نفخ سے اُسیطرح پیدا کیا جیسا کہ آدم کو اپنی روح اور نفخ سے پیدا کیا اب میری دعوت یہ ہے کہ تو خدا پر جو اکیلا اور بالکل لاشریک ہے ۔ ایمان لا ۔ اور ہمیشہ اُس کی فرمانبرداری میں رہا کر اور میری متابعت و پیروی کیا کر اور میری تعلیم وہدایت کا سچے دل سے اقرار کر کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں ۔ میں قبل ازین اپنے برادر عم زاد حضرت جعفر کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ [illegible] ہوں تم اُن کو آرام [illegible] اپنا تکبر چھوڑ دو

کیونکہ مین تمکو اور تمھارے اہل دربار کو خدا کی طرف بلاتا ہون

طبری صفحہ ۱۵۶۹

دیکھو مین نے اللہ کا حکم پہونچا دیا اور تمھین بخوبی سمجھا دیا۔ اب

مناسب ہے کہ میری نصیحت کو مان لو۔ سلام ہو اُس پر جو سیدھی راہ چلتا ہے ۔ طبری ص ۱۵۶۹

جعفر کے ہاتھ پر نجاشی کا اسلام لانا

تمام مؤرخین عرب کا اسپر اتفاق ہے کہ اس نامۂ مقدس کے پڑھتے ہی نجاشی مسلمان ہو گیا۔ اور حضرت جعفرؓ کے دست مبارک پر تمام اہل اسلام کے سامنے اور اپنے درباریون اور پادریون کے بھرے مجمع مین اُس نے اپنے اسلام کا علی الاعلان اظہار و اقرار کر دیا نجاشی کے اعلان ایمان پر مسلمانون کے نعرۂ تکبیر سے ایوان شاہی گونج اُٹھا۔ پھر نجاشی نے نامۂ مقدس کے جواب مین اپنی طرف سے جو عقیدت نامہ لکھا تھا اُس کی عبارت یہ تھی ۔

خدمت رسالت مین نجاشی کا عقیدت نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

الی محمد رسول اللہ من النجاشی الاصحم بن الحر

سلام علیك یا نبی اللہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ من اللہ الذی لا الٰہ الا ھو ھدانی الی الاسلام اما بعد فقد بلغنی کتابك یا رسول اللہ فی ما ذکرت من امر عیسی فورب السماء والارض ان عیسی ما یزید علی ما ذکرت ثفروقا انہ کما قلت وقد عرفنا ما بعثت بہ الینا و قد قربنا ابن عمك واصحابہ فاشھد انك رسول اللہ صادقا مصدقا وقد بایعتك و بایعت ابن عمك واسلمت علی یدیہ للہ رب العلمین وقد بعثت الیك بابنی و ان لا ضحم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت مین نجاشی اصحم ابن الحر کی طرف سے ۔ اے نبی اللہ۔ آپ پر اللہ کی سلامتی ہو ۔ رحمت ہو اور برکت ہو اُس خدا کے سوا کوئی معبود نہین ہے ۔ جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی ۔ اب عرض خدمت یہ ہے کہ حضور کا فرمان میرے پاس پہونچا۔ عیسیٰؑ کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے ۔ خدائے آسمان و زمین کی قسم ۔ وہ اس سے ذرہ برابر بڑھکر نہین ہین ۔ اُن کی حیثیت اُتنی ہی ہے جو آپ نے تحریر فرمائی ہے مین نے آپ کی تعلیم سیکھ لی ہے اور آپ کے ابن عم اور مسلمان میرے پاس بآرام تمام ہین ۔ مین اقرار کرتا ہون کہ آپ اللہ کے رسول ہین ۔ سچے ہین ۔ رسعت باذون ا

بن الجرفانی لا املک الا نفسی وان شئت ان
اتیک فعلت یارسول اللہ فانی اشھد ان ما
تقول حق السلام علیک یارسول اللہ
صلعم۔ طبری۔ ص ۱۵۶۹

سچائی ظاہر کرنے والے ہیں میں نے آپکے ابن عم کے ہاتھ
پر انکی بیعت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار
کرلیا ہے اور میں حضور کی خدمت میں اپنے فرزند
ارحا کو روانہ کرتا ہون ۔ میں تو صرف اپنے نفس کا
مالک ہون اگر حضور کا منشا یہ ہو کہ میں حاضر خدمت ہون ۔ تو میں ضرور حاضر ہون گا کیونکہ میں شہادت
دیتا ہون کہ آپ جو کچھ فرماتے ہین وہ سب سچ ہے ۔ آپ پر یارسول اللہ صلعم میرا سلام پہونچے ۔

نجاشی کے خط سے یہ بالکل صاف ہوگیا کہ یہ بالکل صحیح اور فی الواقع ہے کہ اُس نے حضرت
جعفرؓ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا ۔ اور وہ وہان رسول اللہ صلعم کی طرف سے
تبلیغ اسلام کی خدمت انجام دے رہے تھے اور اس مین کوئی کلام نہین کہ آپ ہی کی تعلیم
و تحریک سے جیسا کہ نجاشی اپنے عقیدت نامہ مین خود اقرار کر رہا ہے ۔ نجاشی دعوت
اسلام کے قبول کرنے پر آمادہ ہوگیا ۔

عمر عاص کا نجاشی کے ہاتھ پر اسلام لانا

نجاشی سے زیادہ تو حضرت جعفرؓ کی تبلیغ و تعلیم اسلام کی خوبی اور خوش
اسلوبی عمر عاص کو رام کرنے اور آپ کے ہاتھ پر ایمان لانے کے حقیقت
حال سے ظاہر ہوتی ہے ۔ زرقانی لکھتے ہین ۔ عمر عاص بیان کرتے ہین کہ غزوہ خندق کے
بعد سے مجھے یقین ہوگیا کہ آنحضرت صلعم کے امور ضرور بلند ہوتے جائین گے اور اب آپ
کسی قوم و قبیلہ کی طاقت سے مغلوب نہون گے ۔ یہ سوچ کر مین نے اپنے احباب سے مشورت
کی اور اُس نے اپنی یہ تجویز بیان کی کہ مناسب یہ ہے کہ ہم نجاشی کے پاس چلے جائین
اور طرفین کے امور کا انتظار کرین اگر ہماری قوم غالب ہوجائے تو ہم باطمینان تمام مکہ واپس
آئین اور اگر مسلمان غالب آجائین تو ہم وہین نجاشی کے ملک مین پناہ گزین ہوجائین
مین نے اپنے احباب سے اس تجویز کو کہا ۔ اُنھون نے پسند کیا اور مین نجاشی بادشاہ حبشہ

پہلے عمر بن امیۃ الضمیری نامۂ رسالت لیکر نجاشی کے پاس پہونچ چکے تھے۔ اور بادشاہ نے بڑے اعزاز و اکرام سے نامۂ مقدس لیکر اُن کو اپنا مہمان کیا تھا۔ مین نے خلوت مین نجاشی سے ملاقات کی اور کہا کہ عمر ابن امیۃ الضمیری کو مجھے حوالے کر دیجیے کہ مین اُسے قتل کر ڈالون۔ اس کے قتل کر دینے سے قریش مین میری آبرو بڑھ جائے گی۔ یہ سنکر نجاشی نے اپنے منھ پر طمانچے مارے اور کہا کہ یہ مجھسے ہرگز نہین ہو سکتا کہ مین کسی شخص کے ایلچی کو دشمن کے ہاتھ مین قتل کر ڈالنے کے لیے دیدون۔ اور اپنے لیے ابدالآباد تک یہ ننگ و عار قائم کرون۔ اور پھر کس مقدس بزرگ کا ایلچی اور فرستادہ۔ جس پر ناموس اکبر (جبریل) کا نزول ہوتا ہے۔ مین نے کہا اے بادشاہ۔ کیا واقعی ایسا ہوتا ہے اور آپ کیا اس پر اعتقاد بھی رکھتے ہین۔ نجاشی بولا۔ حیف ہے۔ عمر عاص۔ تو قریب رہکر اتنا بھی نہین جانتا۔ مین تجھے آگاہ کیے دیتا ہون کہ وہ ضرور نبی برحق ہے اُس کی اطاعت اختیار کر۔ اس کی باتون کو سنو۔ اور مانو۔ اور جان لو کہ اسپر کوئی غالب نہین آسکتا بلکہ وہی اپنے سب مخالفین پر غالب ہو کر رہے گا۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اُس کی تمام قوم پر غالب آئے۔ یہ سن کر مین (عمر عاص کا قول ہے) نجاشی کے ہاتھ پر اسلام لایا اور ملک حبش سے واپس آیا۔

یہان تک لکھکر علامہ زرقانی بطور مطایبہ کے لکھتے ہین۔

وفی اسلام عمر بن عاص علی ید النجاشی لطیفۃ ھی صحابی اسلم علی ید تابعی ولا تعرف مثلہ۔	نجاشی کے ہاتھ پر عمر عاص کے اسلام لانے مین ایک خاص لطیفہ ہے۔ وہ یہ کہ صحابی تابعی کے ہاتھ پر اسلام لاتا ہے سوائے اسکے کوئی دوسری مثال مجھے معلوم نہین ہے

یہان یہ نکتہ بھی قابل لحاظ ہے کہ جب خود نجاشی کا حضرت جعفرؓ کے ہاتھ پر اسلام لانا خود اُس کے اقرار سے ثابت ہے تو گویا عمر عاص کی بیعت کا سلسلہ بھی حضرت جعفر تک تمام

ہوتا ہے اور اس کی ابتدا اُسی تقریر سے قائم ہوتی ہے۔ جو نجاشی کے سامنے اُن کے معروضہ کی تردید مین حضرت جعفرؓ نے ارشاد فرمائی تھی۔

نجاشی اور داغ فرزند

نجاشی نے اپنے عقیدت نامہ مین یہ بھی گذارش اطلاعی کی تھی کہ اُس کا بیٹا اُس کی نیابت مین حاضر خدمت ہوتا ہے۔ چنانچہ نجاشی نے حسب الوعدہ اپنے وعدہ کو پورا کرنا چاہا۔ مگر افسوس کہ تجویز تقدیر اُس کے خلاف نکلی۔ طبری مین مرقوم ہے۔

قال ابن اسحاق بعث ابنہ فی ستین من الحبشۃ فی سفینۃ فاذا کانوا فی وسط من البحر غرقت لھم سفینتھم فھلکوا۔

ابن اسحاق کہتے ہین کہ نجاشی نے اپنے لڑکے کو ساٹھ اہل حبش کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین بھیجا۔ لیکن حکم الٰہی سے کشتی بیچ سمندر مین پہونچ کر غرق ہوگئی اور اُسی کے ساتھ سب کے سب ہلاک ہو گئے

نجاشی اسلام کی تاثیرات تعلیمی سے کامل طور پر مستفیض ہو چکا تھا جس مین صبر و تحمل اور راضی برضائے الٰہی رہنا۔ فرائض انسانی مین داخل ہے۔ اس لیے اُس نے اس سانحہ روح فرسا اور واقعہ جان گزا پر ارشاد و ہدایت اسلام کے موافق صبر و سکوت اختیار کر لیا۔ اور حضرت جعفرؓ کی ہمدردانہ مواعظ و نصائح۔ دلجوئی اور تسکین و تشفی سے نجاشی کا غم و ملال رفع ہو گیا۔ بارگاہ رسالت مین جب اس حادثۂ عظیم کی خبر پہونچی تو اظہار حسرت و ملال کے ساتھ تعزیت نامہ خاص نجاشی کے نام روانہ فرمایا گیا۔

ام المومنین ام حبیبہ سے عقد

تھوڑے دنون کے بعد ام حبیبہ بنت ابو سفیان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرف زوجیت سے مشرف ہوئین۔ تاریخ طبری سے ان کی تزویج کی یہ تفصیل معلوم ہوتی ہے کہ ام حبیبہ بنت ابو سفیان بھی اپنے شوہر کے

جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم الٰہی کے مطابق بعض مصالح ضروری پر نظر فرماکر نجاشی کو خاص طور پر لکھ بھیجا کہ وہ آنحضرت کا نکاح نیابتًا ام حبیبہ سے پڑھ دے اور اُن کو تمام مسلمانون کے ساتھ دارالاسلام مدینہ مین روانہ کردے۔ نجاشی یہ فرمان رسالت پاکر فورًا تعمیل ارشاد پر طیار ہوگیا۔ اور اپنی خادمہ خاص ابرہہ کی معرفت ام حبیبہ کے پاس پیام بھیجا اور فرمان رسالت کے مضمون سے بھی اُن کو آگاہ کردیا۔

ایک خوش قسمت کنیز

نیک بخت اور خوش نصیب ام حبیبہ کو کوئی عذر نہین تھا سعید ابن العاص ام حبیبہ کی طرف سے وکیل ہوئے ان کے بھائی خالد بن سعید ام حبیبہ کی طرف سے نکاح پڑھا۔ اور آنحضرت صلعم کی جانب سے خود نجاشی نے رسم خطابت ادا کی۔ نجاشی نے چار سو رقم مہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ادا کردی اور اپنی اُسی کنیز کے ہمراہ وہ رقم ام حبیبہ کے پاس بھجوادی۔ حضرت ام حبیبہ نے اسمین سے پچاس درم اُس کنیز کو انعام مین دیئے۔ ابرہہ نے لینے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ نجاشی نے مجھکو کسی رقم کے لینے سے سخت منع کردیا ہے۔ حضرت ام حبیبہ بولین کہ مین کوئی شے دیکر واپس نہین لیتی۔ ابرہہ بولی کہ آپ گواہ رہین کہ مین اسیوقت سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق رسالت کرتی ہون اور آپ پر ایمان لاتی ہون۔ اور اس رقم کو آنحضرت صلعم پر تصدق کرتی ہون۔ آپ یہان سے جب اُن کی خدمت مین پہونچین تو میری طرف سے میرا سلام عرض کرین۔

حضرت ام المومنین ام حبیبہ بیان کرتی ہین کہ جب مین جناب سرور کائنات صلعم کی خدمت مین پہونچی تو آپ نے نجاشی کے حالات مجھسے دریافت فرمائے۔ پھر مین نے آپکی خدمت مین ابرہہ کنیز نجاشی کی کیفیت عرض کی۔ اُس کا سلام عقیدت پہونچایا اور رقم تصدق پیش کی۔ آپ نے بھی اپنی طرف سے فرمایا کہ ابرہہ پر میرا سلام ہو۔

طبری صفحہ ۱۵۷۱

حبشہ سے مہاجرین کی رخصت

حضرت ام المومنین ام حبیبہ کی تزویج کے بعد نجاشی نے مہاجرین اسلام کی رخصت کرنے کے سامان کیے۔ نجاشی کو اگرچہ اس فرمان رسالت کی تعمیل شاق گزرتی تھی۔ لیکن وہ کیا کر سکتا تھا۔ حکم رسول کی متابعت ہر حال مین فرض تھی جناب جعفرؓ کی مفارقت سب سے زیادہ گرانبار خاطر تھی لیکن پھر اس خیال سے کہ آپ کو بھی اپنا ملک و دیار اور خویش و اقربا چھوڑے ہوئے ایک مدت مدید ہو چکی تھی اور نیز دربار رسالت سے طلبی کا خط بھی آچکا تھا اس لیے نجاشی نے عذر و اصرار نہین کیا۔ اور بڑے اعزاز و احترام سے حضرت جعفر بن ابیطالب کو مع ام المومنین ام حبیبہ اور دیگر مہاجرین کے مدینہ منورہ کی طرف روانہ کر دیا اور حضرت ام حبیبہ کے ہمراہ وہ تمام عطریات و خوشبویات کر دیے جو اُس وقت اُسکے محلات شاہی کے پاس موجود تھے اس کے علاوہ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سب سے اعلیٰ اور بیش بہا تحفے اور ہدیے بھی روانہ کیے۔

راستہ مین قافلہ اشعریین کا ساتھ ہو جانا

طبری کی روایت کے مطابق یہ لوگ دو کشتیون پر سوار ہو کر حبشہ سے روانہ ہوئے۔ حسن اتفاق سے یمن کے قبیلہ اشعری کا ایک قافلہ جس مین ابو موسیٰ الاشعری بھی داخل تھے۔ اور یہ مجموعاً ترپن آدمی تھے یمن سے مدینے کے لیے روانہ ہوئے کہ باریاب دربار رسالت ہو کر مشرف باب اسلام ہون۔ ہوائے مخالف کی وجہ سے انکا جہاز ملک حبش مین آلگا۔ یہ لوگ حبش مین اُتر پڑے۔ حضرت جعفرؓ وہان موجود تھے۔ اور خود بھی معاودت مدینے کے لیے بالکل تیار تھے۔ اُن کو بھی اپنے ہمراہ لیکر عرب کو روانہ ہوئے۔ سیرۃ النبی جلد دوم

مہاجرین کی مدینہ مین آمد اور خیبر مین شرف زیارت

مہاجرین حبشہ کا قافلہ جب مدینہ مین پہونچا تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر مین تشریف رکھتے تھے حضرت جعفرؓ کو اتنے انتظار کی تاب کہان۔ اُسی وقت مع قافلے کے خیبر کی طرف روانہ ہو گئے

- اتنی مدت مدید کے بعد ایسے وفادار اور جان نثار بھائی کے دیدار سے - جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جو مسرت قلبی اور فرحت دلی حاصل ہوئی اس کی کوئی انتہا نہیں تھی - جذبات رسالت کے اظہار ثبوت کے لیے زرقانی کی حسب ذیل تفصیل موجود ہے -

روی البیہقی عن جابر ان جعفرا لما قدم علیہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تلقاہ فقبّل جبھتہ ثم قال ما ادری بایھما افرح بفتح خیبر ام بقدوم جعفر۔

بیہقی نے جابرؓ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت جعفرؓ خیبر میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے تو آپ نے فرطِ محبت سے اُن کی پیشانی کا بوسہ لیا - اور ارشاد فرمایا کہ میں نہیں سمجھتا کہ کہ میں اپنی ان دو خوشیوں میں سے کس خوشی پر زیادہ اظہار مسرت کروں - خیبر کی فتح پر یا جعفرؓ کی آمد پر -

خیبر میں حضرت جعفرؓ کی اور خدا کی فتح و نصرت کی آمد ساتھ ساتھ ہوئی تھی - جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یہودیوں پر غالب آچکے تھے - اور اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابیطالب کی شمشیر آبدار - مرحب - رئیس خیبر کا سر اُتار چکی تھی - اور دست ید اللّٰہی خیبر کشائی کے حسن خدمات انجام کر چکا - اور غنائم خیبر بارگاہ رسالت میں ایک ایک کر کے پہونچ چکا تھا - جناب سرور کائنات علیہ و آلہ الصلوات غنائم خیبر کا جائزہ فرما رہے تھے کہ جعفرؓ نے حاضر ہو کر شرف قدمبوسی حاصل کیا - اللہ اللہ کیسی خوش قسمتی - وفاداری اور جان نثاری کا منظر تھا اور کیسے پاکیزہ نفوس - کامل الایمان اور راسخ العقیدہ بزرگواروں کا مجمع تھا - بیچ میں شہنشاہ کونین تھے - آپ کے ایک پہلو میں علیؑ ذوالقرنین تھے دوسرے پہلو میں جعفر ذوالجناحین -

افسوس ہے کہ اس منظر کے ایک محض ابتدائی کیفیت کو دیکھکر حضرت ابیطالب اپنی مسرت خاص کے جذبات کو ضبط نہ کر سکے - اور جعفرؓ کو فوراً جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دوسرے پہلو میں کھڑے ہو جانے کا حکم دیا - آج وہ زندہ ہوتے تو اس ابتدائی منظر کے حسن کمال کو

مشاہدہ فرماتے کہ اُن کے دونون ہونہار اپنے برادر عالیمقدار کے جان نثارانہ اور وفادارانہ حسن خدمات مین کامل طور سے کامیاب ہو کر آنحضرت صلعم کے دونون پہلو مین ویسے ہی کھڑے ہین جیسے کہ آپ ایک بار مشاہدہ کر چکے تھے۔ وان ھذا فضل اللہ یوتیہ من یشاء

غنائم خیبر مین حضرت جعفرؑ کا حصہ

جناب جعفرؑ کے محاسن خدمات کی قدر و منزلت جسقدر شہنشاہ رسالت کو مد نظر تھی اُس کے ثبوت غنائم خیبر کی تقسیم سے ظاہر ہوتے ہین علامہ زرقانی۔ ابوموسی الاشعری کی زبانی لکھتے ہین۔

حتی قدِ مُنا معہ (جعفر) جمیعا فوافقنا النبی صلعم حین افتتح خیبر فاسہم لنا ولم یسہم لاحد غاب من فتح خیبر منھا شیئا الا لمن شہدھا معہ الا اصحاب سفینتنا مع جعفر واصحابہ فانہ قسم لھم معنا۔

ص۲۳۷ ۔ ج۔ ۲ ۔ مصر

ابوموسیٰ کہتے ہین تا اینکہ ہم لوگ ہمراہی حضرت جعفرؑ روانہ ہوئے اور فتح خیبر کے موقع پر خدمت نبوی مین حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلعم نے ہم لوگون کو غنیمت خیبر مین حصہ دیا اور کسی شخص واحد کو جو فتح خیبر مین شریک یا حاضر نہین ہوا تھا۔ حصہ نہین دیا سوائے اُن کے جو حضرت کے ساتھ جنگ مین شریک تھے یا ہم لوگ اہل سفینہ (مہاجرین حبشہ) جو ہمراہی جعفرؑ آئے تھے انہین البتہ غنیمت مین حصہ دیا۔

بنی ہاشم کے ساتھ فیاضانہ سلوک صحابہ کی ناگواری کے باعث ہوئے

اول تو یہ تخصیص دوسری غنائم خیبر کی تقسیم مین بنی ہاشم کے ساتھ زیادہ فیاضی اور کشادہ دلی سے کام لینا بعض صحابہ کو ناگوار گذرا اور اُنھون نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین اس امر کی بالمشافہہ شکایت کی۔ روضۃ الاحباب مین اس کی تفصیل حسب ذیل مرقوم ہے

ونصیب کامل از خمس بہ بنی ہاشم و بنی المطلب ارزانی داشت چنانچہ از جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ مروی است کہ

آپ نے خمس کی کل رقم بنی ہاشم اور بنی مطلب کو عنایت فرما دی۔ چنانچہ جبیر ابن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آپ نے خمس کی رقم ذوی القربیٰ

چون پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سہم ذوی القربیٰ را از غنائم خیبر بہ بنی ہاشم و بنی عبد المطلب داد من و عثمان بن عفان نزد حضرت رفتیم و گفتیم ما انکار فضل برادران خویش بنی ہاشم نمی کنیم زیرا کہ وجود شریف تو از ایشان است فاما را تب ما و بنو مطلب بہ نسبت تو یکے است ۔ چون است کہ ایشان را سہم ذی القربیٰ دادی و ما را محروم گذاشتی ۔ در جواب فرمود کہ بنو ہاشم و بنو مطلب نیستند مگر شئ واحد ۔ ہمچنین گفت و اصابع مبارک را تشبیک فرمود و در روایتے آنکہ فرمود ما و بنو مطلب انہم جدا نگشتند نہ در جاہلیت نہ در اسلام ۔ روضۃ الاحباب ص ۳۹۰

مین بنی ہاشم و بنی مطلب کو دیدی تو ہم اور عثمان بن عفان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہم لوگون کو اپنے برادران بنی ہاشم کی فضیلت کا انکار نہین ہے کیونکہ حضور کا وجود اقدس اُنھین سے ہے ۔ لیکن حضور کے ساتھ قرابت رکھنے کے اعتبار سے ہم اور بنو مطلب ایک ہین ۔ پھر یہ کیسے ہوا کہ اُن لوگون کو ذوی القربیٰ کے کل حصے دیدیے گئے اور ہم لوگ اُس سے بالکل محروم رکھے گئے جواب مین ارشاد ہوا کہ بنی ہاشم اور بنو مطلب جدا نہین ہین بلکہ ایک ہی چیز ہین ۔ جیسے یہ انگلیان ہین (اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنی انگلیان جدا کر کے پھر ملالین) اور ایک روایت مین یون آیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہم اور بنو مطلب کبھی جدا نہوے ۔ نہ جہالت کے ایام مین اور نہ اسلام مین ۔

دنیا بڑی بُری شے ہے ۔ کمی اور زیادتی دونون حالتون مین اس کی خواہش اور تمنّا دامن نہین چھوڑتی ۔ اس کے حصول کی خواہش و کوشش مین انسان مشکل سے جا و بیجا اور زیبا و نازیبا کی تمیز کر سکتے ہین ۔ اور دیدہ و دانستہ بلا استحقاق اس کے مطالبات کے لیے آمادہ و مستعد ہوجاتے ہین ۔ جبیر ابن مطعم نادار شخص تھے اور ہزارون ضرورتون مین گرفتار اگر انھون نے بغیر استحقاق کے اس کے حصول کی خواہش کی تو یہ اُن کی مفلسی اور ناداری کے غیر متحمل تقاضے سمجھے جائین گے ۔ تعجب تو ہے حضرت عثمان کے مطالبہ پر ۔ نہ موصوف کو اس کی مطلق ضرورت تھی ۔ اور نہ اپنے بلا استحقاق ۔ مطالبہ سے عدم واقفیت حاصل تھی ۔ اُنھین بخوبی معلوم تھا کہ

[illegible] پیغمبر کے ذوی القربیٰ تک محدود ہے - کوئی دوسرا شخص عام اس سے کہ وہ کتنا ہی کارگذار
اور ذی اعتبار ہو - اس کا مستحق نہین ہو سکتا - یہ باوجود اس علم و معرفت کے کہ موصوف آنحضرت
صلعم سے تین چار پشت علیحدہ تھے - تاہم صرف حصول خمس کی تنہا ضرورت کی وجہ سے آپ
اپنے کو خواہ مخواہ ذوی القربیٰ مین داخل کیے دیتے ہین - حالانکہ خدا اور رسول صلعم ذوی القربیٰ
کی تخصیص بتلا چکے ہین - آیات وافی ہدایات مباہلہ قل تعالوا ندع ابنائنا الخ
و مودت فی القربیٰ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودة فی القربیٰ الخ - انما
یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت کی تشریحات و تفصیلات مین رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم ان حضرات کی معرفت بھی کرا چکے ہین - اس تجاہل عارفانہ اور تغافل خودغرضانہ
کا کیا علاج -

بالآخر جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی عمومیت اور بنی ہاشم کی
خصوصیت بتلانی پڑی -

حضرت جعفر اور امامہ بنت حضرت حمزہ کی ولایت

خیبر سے جب جناب رسالت مآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مع الخیر
مدینہ واپس ہوئے - خیبر کے واقعہ سے گیارہ مہینے بعد - ذی قعدہ
کے مہینے مین عمرة الصلح (صلح حدیبیہ) واقع ہوا - جب قریش کے تمام مفسدانہ اور دغابازانہ
معاملات سے قطع نظر فرما کر آنحضرت صلعم نے مصالحت منظور کر لی اور شرط صلحنامہ کے رو سے
آپ مناسکات حج ادا کرنے کی جگہ صرف مراسم عمرہ بجا لانے کے مجاز کر دیے گئے تھے - اس بنا
پر آپ گویا آٹھ برس کی مدت مدید کے بعد شہر مین داخل ہوئے - جناب جعفرؓ بھی ہمراہ تھے - مکہ
سے روانگی کے وقت حضرت حمزہ کی صغیر السن صاحبزادی جنکا نام امامہ تھا - اور وہ ابتک
مکہ ہی مین تھین - آنحضرت صلعم کے پاس - چچا - چچا (اخوت رضاعی کے اعتبار سے) کہتی
ہوئی دوڑی آئین - اور عرض کرنے لگین ہمین بھی ساتھ لیتے چلیے - حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام

فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی محمل کے پاس لاکر بچی کو اُن کی گود میں دیدیا۔ جب مدینہ میں پہونچے
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں امامہ کی ولایت وکفالت کے تین برابر کے
کے دعویدار اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اُن میں سے ایک زید بن حارثہ تھے۔ دوسرے جعفر ابن ابیطالب
تیسرے علی ابن ابیطالب۔ زید کا دعوی تھا کہ عقد مواخاۃ کے روسے حضرت حمزہ میرے بھائی تھے
چنانچہ شہادت کے وقت وہ مجھی کو اپنا وصی قرار دے چکے ہیں۔ اس بنا پر امامہ کی ولایت
کا مجھسے زیادہ مستحق کوئی نہیں ہوسکتا۔ حضرت جعفرؑ کا بیان تھا کہ میرے چچا کی لڑکی ہے لہذا
مجھسے بڑھکر نہ اس کا کوئی ولی ہوسکتا ہے اور نہ قریب تر خیر خواہ۔ حضرت علیؑ فرماتے تھے کہ آپ
سب حضرات تو وہین موجود تھے۔ لیکن یہ بچی سب کو چھوڑ کر سب سے پہلے میری گود مین خود چلی آئی۔ گویا
اُسکے نزدیک مجھسے بڑھکر اُس کا ولی اور سرپرست کوئی ہو ہی نہین سکتا تھا۔ جناب رسالتمآب
صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کے دعوے سنکر امامہ بنت حمزہ کو اسمار بنت عمیس کی
گود مین دیدیا کہ وہ حقیقی خالہ تھین اور ارشاد فرمایا کہ خالہ مان کے برابر ہوتی ہے اسمار حضرت
جعفر کی بی بی تھین۔ اس لیے گویا حضرت جعفر ہی کا دعوی بحال رہا زرقانی ص ۱۹۹-۲۰۱ مصر

مہاجرین مکہ پر مہاجرین حبشہ کی ترجیح

ایک بار حضرت عمر مہاجرین کی فضیلت کے مسئلہ پر حضرت اسمار بنت
عمیس سے اُلجھ پڑے۔ موصوف یہ نہ سمجھے کہ اصل شے ایمان ہے
اور اسی کی سابقت پر مراتب فضیلت قائم ہوتے ہین اور حسن اتفاق سے اُس مین موصوف
اپنے مخاطب سے بہت پیچھے ہین۔ تعریض سے پہلے تفہیم حقیقت آپ کے لیے ضروری تھی۔
لیکن سمجھ مین نہ آئے تو کیا کیا جاوے۔ علامہ زرقانی کی مفصلہ ذیل عبارت سے اس کا
پورا انکشاف حقیقت ہوتا ہے۔

ان عمر قال لاسماء بنت عمیس سبقناکم	حضرت عمر نے حضرت اسمار بنت عمیس (زوجہ حضرت
بالهجرة فنحن احق برسول الله منکم	جعفرؓ) سے کہا کہ ہم لوگ تم لوگون سے مرتبہ ہجرت مین
فغضبت وذکرت له فنحن احق برسول الله	بڑھے ہوئے تھے اور ہم لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلیس باحق لی منکم ولہ ولاصحابہ ہجرۃ واحدۃ ولکم انتم اہل السفینۃ ہجرتان۔

وسلم کے ساتھ تم لوگوں سے زیادہ مستحق ہیں۔ یہ سنکر اسمار بنت عمیس کو سخت طیش آیا اور آنحضرت صلعم سے جاکر اس کا ذکر کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تم سے زیادہ مستحق میرا نہیں ہے۔ اُن کی (عمر کی) اور اُن کے اصحاب کی صرف ایک ہجرت ہوئی ہے اور تم لوگ اہل سفینہ کی دو ہجرتیں ہوئی ہیں۔

غزوہ موتہ

آغاز سال ۸ھ ہجری میں حضرت جعفرؓ کامل آٹھ برسوں کے مدت ہجرت تمام کرکے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوے تھے افسوس کہ حسن رفاقت اور شرف ملازمت کا زمانہ حضرت جعفر طیار کو ایک سال کی مدت سے زیادہ نہیں ملا۔ لیکن ان سب کی بڑی خوش قسمتی اور سعادت اندوزی کا باعث یہ ہوا کہ اس قلیل زمانہ کی رفاقت و ملازمت۔ وفاداری اور جان نثاری کے حسن خدمات دکھلاکر غنیمت شہادت کے حصول پر ختم ہوگئی۔ اور اُن کو حیات ابدی کی دولت لازوال عطا کرگئی۔ تفصیل یہ ہے۔

علاقۂ شام میں شہر جابلقا سے پورب کی طرف ایک مقام کا نام موتہ ہے۔ جہان کی تلواریں عرب میں بہت مشہور تھیں۔ اس کے ثبوت میں عرب کے قدیم شاعر کثیر کا یہ مصرعہ موجود ہے۔

صوارم یجلوھا بموتۃ صیقل — وہ تلواریں جو مقام موتہ میں صیقل کی جاتی ہیں۔

جلد دوم میں ارسال نامجات کے باب میں بیان ہوچکا ہے کہ تبلیغ اسلام کی غرض خاص سے جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلاطین ملکی اور امرا و رؤسا و قبائل کے نام خط لکھے تھے۔ اُنھیں میں شرحبیل بن عمر کے نام بھی نامۂ رسالت حارث بن عمیر کی معرفت بھیجا گیا تھا۔ شرحبیل علاقہ حوران کا حکمران تھا۔ قیصر کا باجگذار اور شہر بصرہ اُس کا دارالحکومت تھا۔ شرحبیل نے نامۂ رسالت کے ساتھ بے ادبی کی اور حارث بن عمیر کے ساتھ قساوت قلبی کی

کہ اُن کو فوراً قتل کر ڈالا - جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کے خون ناحق کے قصاص و معاوضہ کی غرض خاص سے تین ہزار فوج تیار کی اور زید بن حارثہ کو اس لشکر کا امیر بنایا اور تمام اکابر صحابہ کو سوائے حضرت علی مرتضیٰ کے ان کی ماتحتی مین روانگی کا حکم دیا اور ہدایت فرمادی کہ اگر زید شہید ہوجائین تو حضرت جعفر ابن ابیطالب امیر لشکر ہون اور وہ بھی فائز بشہادت ہوجائین تو عبداللہ بن رواحہ سردار لشکر بنائے جائین -

لشکر اسلام آراستہ ہو کر مدینۂ منورہ سے روانہ ہوا - جناب سرور خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثنیۃ الوداع کے مقام تک بالنفس النفیس لشکر اسلامی کی مشایعت فرمائی - اور شام کی طرف لشکر کو رخصت فرما کر واپس آئے - یہ ظاہر ہے کہ اس لشکر کشی سے سوائے قصاص حارث کے اسلام کی اور کوئی غرض خاص نہین تھی - لیکن چونکہ تبلیغ اور تعلیم ایمان اسکے ہر جزوی اور کلّی اُمور مین داخل تھی - اس لیے لشکر کو رخصت کرتے وقت امرائے لشکر کو حسب ذیل احکام خاص طور پر نافذ فرمائے گئے -

(۱) مقابلہ سے پہلے مخالف کو اسلام کی دعوت دینا - اگر خوش قسمتی سے وہ قبول کرلین - تو پھر مقابلہ و مقاتلہ کی کوئی ضرورت ہی باقی نہین رہی -

(۲) اخوت اسلامی اور محبت انسانی کا مقتضا یہ ہے کہ اُس مقام پر ضرور جانا - جہان ہمارے حارث ابن عمیر کا خون ناحق بہایا گیا ہے -

زید بن حارثہ کی شہادت

شرحبیل کے جاسوس تمام لگے ہوئے تھے - لشکر اسلام کی منزل بہ منزل کی خبر برابر پہونچاتے رہتے تھے - لشکر اسلامی کی شوکت و سطوت نے شرحبیل کو اتنا مرعوب بنا رکھا تھا کہ بالآخر وہ خوف کھا کر قلعہ بند ہوگیا اور اُس نے ہرقل قیصر رومی سے مدد مانگی - قیصر بے شمار فوج لیکر چلا - اور مقام ماب جو ضلع جابلقا مین واقع ہے مقیم ہوا - زید بن حارثہ کو بھی غنیم کی خبر برابر ملتی رہتی تھی - مخالف کی تیاری اور کثرت تعداد
معلوم کر کے زید نے ... [illegible] ... انتظار کرنا چاہا لیکن عبداللہ

بن رواحہ نے ان کی تجویز سے اختلاف رائے کرکے کہا کہ ہمارا مقصود نہ ملک گیری ہے اور نہ عیسائیوں پر فتحیابی۔ بلکہ قصاص حارث کی کوششوں مین شرف شہادت سے بہرہ اندوزی ہمارا نصب العین ہے اور وہ ہمکو ہر وقت حاصل ہو سکتی ہے۔

عبد اللہ کی اس پرجوشانہ اور مردانہ صلاح سے سبنے اتفاق کیا۔ اور اسلام کا یہ لشکر قلیل آگے بڑھا مقابلہ کے لیے غنیم بھی اپنا ٹڈی دل۔ لشکر عظیم لیے بڑھتا ہوا چلا آیا اور شہر موتہ کے میدان مین طرفین کی فوجین مقابلہ پر طیار ہو گئین۔ غنیم نے یکایک فوج لیکر اسلام کی مٹھی بھر جمعیت پر حملہ آور ہوا پہلے ہی حملہ مین زید بن حارثہ زخم سنان سے شہید ہو گئے۔ رحمۃ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ۔

حضرت جعفر کی شہادت

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے موافق۔ زید کی شہادت کے بعد حضرت جعفر علم لیکر آگے بڑھے۔ اور اظہار شجاعت مین سبارزان عرب کے قدیم دستور کے مطابق میدان جنگ مین پہونچتے ہی اپنے گھوڑے کی کونچین کاٹ ڈالین۔ گویا یہ اپنی ثابت قدمی کا ثبوت تھا کہ بطور ظاہر کوئی ذریعہ فرار باقی نہ رہے۔ اسکے بعد پیدل ہو کر بڑی دیر تک بڑی جگرداری اور پامردی کے ساتھ لڑتے رہے۔ کسی کا ہاتھ آپ کے سیدھے ہاتھ پر پڑ گیا۔ اور پورا پڑ گیا۔ فوراً ہاتھ کٹ کر زمین پر آرہا۔ حضرت جعفرؓ بکمال استقلال علم کو بائین ہاتھ کی بغل مین داب کر لڑتے رہے۔ اس اثنا مین بائین ہاتھ پر بھی تلوار پڑی اور وہ بھی شانہ سے جدا ہو گیا۔ پھر غنیم نے اُن کو بے قابو پاکر تلوارون سے چور چور کر دیا۔ صحیح بخاری مین عبداللہ ابن عمر کا چشم دید بیان لکھا ہے کہ مین نے اُس دن جعفر کی لاش کو دیکھا تو تلوارون اور نیزون کے نوّے ۹۰ زخم لگے تھے۔ لیکن سب کے سب سامنے کی جانب تھے۔ پشت نے یہ داغ نہین اُٹھایا تھا۔

عبد اللہ ابن رواحہ کی شہادت

خالد کی خواہ نخواہ امارت اور فوج اسلام کی سپہ سالارانہ واپسی

حضرت جعفرؓ کی شہادت کے بعد آخر علمبردار عبد اللہ ابن رواحہ الانصاری نے لشکر کی کمان لی اور آخر کار اپنی تمنا و آرزو کے مطابق شاہد شہادت سے ہمکنار ہوئے۔

چونکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے مقرر کردہ امیران لشکر سب کے سب شہید ہو چکے تھے - اس لیے ثابت ابن قرم نے علم فوج لے تو لیا - لیکن لشکر کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ لوگ جلد ایک امیر مقرر کر لین - ورنہ ہماری موجودہ بدنظمی سے غنیم فائدہ اُٹھا کر بہت جلد ہم پر غالب آ جائیگا - لوگون نے کہا ہم تمھین کو امیر بناتے ہین - ثابت نے کہا مجھ مین اسکی صلاحیت ہی نہین - تب جلدی سے لوگون نے خالد بن ولید کو امیر لشکر بنا دیا اور ثابت سے علم فوج دلوا دیا

چنانچہ زرقانی جلد دوم مین لکھتے ہین

ثم اخذ اللواء خالد بن ولید ولم	پھر خالد ابن ولید نے علم لیا - اور وہ امراء (مقرر شدہ)
تکن من الامراء وھو امیر نفسہ	مین نہین تھے - بلکہ انھون نے اپنے جی سے امارت
مطبوعہ مصر ۱۴ ص ۳	لےلی تھی - مطبوعہ مصر ۱۴ ص ۳

تینون امرا کی شہادت کے بعد لشکر اسلامی مین انتشار پیدا ہو گیا اور ایسا کہ ہر شخص فرار کر جانے پر تیار ہو گیا - خالد نے میدان جنگ کا رنگ اُکھڑا ہوا دیکھکر فوج کو جما لینا چاہا - لیکن اب بہت مشکل تھا اس انتشار مین - جیسا کہ محدث شیرازی کا بیان ہے - خالد کی تدبیر سے قتیبہ ابن عامر کی تقریر بہت مفید ثابت ہوئی قتیبہ نے تمام فوج کو مخاطب کر کے ہمت افزایانہ طریقہ سے مبارزان اسلام کو اُن کے موجودہ انتشار و اضطرار کے لیے سخت متنبہ کیا اور کہا کہ تم لوگون کے ارادے کے خلاف - مین تو گریز پائی کے شرم و عار اختیار کرنے سے میدان جنگ مین تمھارا پارہ پارہ ہو کر دشمنون کے ہاتھ سے مارا جانا کہین بہتر سمجھتا ہون - خدا کی قسم میرے لیے - تیغ و سنان کے زخم اہل مدینہ کی طعن زبان سے زیادہ خوشگوار ہین - جو گھر بھاگ کر مجھ کو اور تمکو سننی پڑین گی -

اس کلمہ و کلام مین شام ہو گئی اور رات کیوجہ سے جانبین لڑائی موقوف کر کے اپنی اپنی فرودگاہ کو واپس آئے - لشکر اسلام کا اسوقت پردہ رہ گیا - شبلی صاحب حالات جنگ کو یون ختم کرتے ہین -

حضرت خالدؓ سردار فوج تھے۔ نہایت دلیری سے لڑے۔ صحیح بخاری مین ہے کہ آٹھ تلوارین
ان کے ہاتھ سے ٹوٹ کر گر پڑین لیکن ایک لاکھ سے تین ہزار کا کیا مقابلہ۔ بڑی کامیابی یہی تھی
کہ فوج کو دشمن کی زد سے بچا لائے۔ جب یہ شکست خوردہ فوج مدینہ کے قریب پہونچی اور اہل
شہر انکے استقبال کو نکلے تو لوگ غمخواری کے بجائے اُن کے چہرون پر خاک پھینکتے تھے کہ
او۔ فراریو۔ تم خدا کی راہ سے بھاگ آئے۔ سیرۃ النبی جلد دوم ص ۳۰۲

تھی تو حقیقت مین شکست۔ لیکن خالد بن ولید کے مؤیدین نے اسکو اسلام کی فتح بتلایا
ہے اور زمانہ حال کے محققین معتدلانہ طریقہ سے اسکو اسلام کی شاندار واپسی سے
تعبیر کرتے ہین۔ خیر جو کچھ ہو۔ ہم تو یہی کہین گے کہ لشکر اسلام بے نیل مرام واپس آیا۔

حضرت جعفرؓ کی شہادت پر آنحضرت صلعم کا رنج و ملال

شہدا ان معرکہ مین سب سے زیادہ حضرت جعفرؓ کی مفارقت کا صدمہ آنحضرت
صلعم کو ہوا۔ جب آپ کو لوگون کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو آپ سوار
ہو کر مدینہ سے نکلے۔ بہت سے لڑکے اور اہل شہر آپ کے ہمراہ ہوئے۔ جب لشکر اسلامی قریب
آگیا۔ تو بہت بھیڑ ہوگئی۔ ابن ہشام لکھتے ہیں

عن عروۃ قال لما دنوا من المدینۃ	عروہ سے مروی ہے کہ جب خالد کے لشکر کے ساتھ والے
تلقاھم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی	مدینہ کے قریب پہونچے تو آنحضرت صلعم کی زیارت سے
دابۃ والمسلمون والصبیان تشدون	مشرف ہوئے۔ آپ سواری پر تھے۔ اور کثرت سے
فقال خذوا الصبیان وحملوھم	مسلمان اور اُن کے لڑکے ہمراہ تھے۔ آپ نے فرمایا
واعطونی ابن جعفر فاتی بعبد اللہ	بچون کو سواریون پر بٹھالو اور جعفرؓ کے بیٹے کو مجھے
فحملہ بین یدیہ۔	دیدو۔ چنانچہ لوگون نے عبد اللہ ابن جعفرؓ کو اُٹھاکر
	آپ کی گود مین دیدیا۔ اور آپ نے اُن کو لیکر اپنی
زرقانی ج ۲ ص ۳۱۹ ابن ہشام ۲۰۱	گود مین بٹھالیا۔

ابن ہشام۔ طبری۔ قسطلانی۔ زرقانی اور محدث شیرازی متفق اللفظ بیان کرتے ہین۔

اسماء بنت عمیس (زوجہ حضرت جعفرؓ) بیان کرتی ہین کہ جب جعفرؓ کی شہادت کی خبر آپ کو معلوم ہوئی تو آپ مسجد سے اُٹھکر میرے گھر تشریف لائے - اور مجھسے پوچھنے لگے - جعفرؓ کے لڑکے کہان ہین - مین لڑکون کو لیکر آپ کی خدمت مین حاضر ہوئی (اُسوقت تک مجھے اس حادثہ کی خبر نہین معلوم ہوئی تھی) آپ نے بیقرار ہوکر بچون کو گود مین اُٹھالیا - پیار کیا - اُن کے گیسوؤن کو سونگھا اور آپکی آنکھون سے آنسو جاری ہوگئے - یہ عالم دیکھکر مجھکو جعفرؓ کی طرف سے دھڑکا ہوا - اور مین مضطرب الحال ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھنے لگی کہ - کیا جعفرؓ کی خبر آئی ہے - آپ نے ارشاد فرمایا ہان - اسماء وہ شہید ہوگئے - یہ سنکر مین بیخود ہوگئی اور نالہ و فریاد کرنے لگی - اور زنان محلہ بھی میری آہ و زاری سنکر میرے پاس تعزیت کہ جمع ہوگئین آنحضرت نے بکمال دلجوئی مجھسے ارشاد فرمایا کہ اے اسماء نالہ و فریاد نکرو - کلمات ناشایستہ زبان سے نہ نکالو - سر و سینہ نہ پیٹو -

رسول اللہ کی طرف سے جعفرؓ کے گھر مین طعام تعزیت

یہ فرماکر آپ باچشم گریان وہان سے اُٹھے اور جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف لائے - اُن کو بھی واعماہ (ہائے چچا) کہکر روتے دیکھا - ارشاد ہوا -

علی مثل جعفر فلتبك الباكية — جعفرؓ کے ایسا اور کون ہوگا جسکے لیے رونے والیان روئین گی -

یہ فرماکر آپ نے ارشاد کیا - فاطمہ - اولاد جعفرؓ کے لیے طعام تعزیت طیار کرو -

زرقانی - زبیر بن بکار کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ کی زبانی لکھتے ہین -

عمدت سلمی مولاة رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم الی شعیر فطحنته ثم ادمته بزیت وجعلت فلفلا قال عبد الله فاکلت منه و حبستنی صلی الله علیه وآله وسلم

سلمی خادمہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جَو کا آٹا گوندھا اُس کو خمیر کیا - پھر روغن زیتون ملاکر روٹیان پکائین اُس پر باقلہ کی پھلیان رکھکر دے آئین اور ہم نے اُس مین سے کھایا - عبد اللہ ابن جعفرؓ کہتے ہین کہ اسیطرح جناب سالتمآب صلی اللہ

مواخوتی فی بیتہ ثلاثۃ ایام

علیہ وآلہ وسلم نے ہم لوگون کو تین روز تک اپنے گھر مین رکھا

زرقانی ۔طبرانی ۔قسطلانی ۔ امام احمد بن حنبل اور امام نسائی کی سند صحیح کے حوالہ سے لکھتے ہین

عن عبد اللہ بن جعفر ثم امہل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی جعفر ثلاثا ثم اتاھم فقال لھم لا تبکوا علی اخی بعد الیوم ثم قال ایتونی بنی اخی فجیئ بنا کانا افرخ فدعا حلاقا فحلق رؤسنا ثم قال اما محمد فشبیہ عمنا ابیطالب واما عبد اللہ فشبیہ خلقی وخلقی ثم دعا لھم۔

عبد اللہ ابن جعفرؓ سے منقول ہے کہ حضرت جعفر کی اولاد کو جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین روز تک اپنے گھر مین رکھا ۔ پھر اُن کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ آج سے میرے بھائی کے لیے نہ رونا ۔ پھر آپ نے فرمایا ۔ میرے بھتیجون کو میرے پاس لاؤ ۔ جب ہم آپ کی خدمت مین لائے گئے تو آپ بکمال شفقت ودلجوئی ہم لوگون کو باہر لائے ۔ حجام کو بلوایا اور ہماری حجامت بنوائی پھر میرے بھائی محمدؐ کی طرف دیکھکر لوگون کو مخاطب کر کے فرمایا ۔ محمد میرے چچا ابیطالب سے مشابہ ہے

اور عبد اللہ باعتبار ترکیب جسم وتوصیف خلق کے مجھ سے مشابہ ہے ۔ یہ فرماکر آپ نے ہمارے لیے دعا فرمائی ۔

حضرت جعفر کی شہادت سے منع گریہ وزاری کا غلط استدلال

حضرت جعفر کے واقعہ مین اُنکے اہل وعیال کی گریہ وزاری کی نسبت منع گریہ کی حدیثین علماے اہل سنت پیش کرتے ہین چنانچہ زرقانی حضرت عائشہ کی زبانی لکھتے ہین ۔

فجاء رجل فقال ان نساء جعفر فذکر بکاؤھن فامرہ ان ینہاھن فذھب ثم اتی فقال نہیتھن وذکر انھن لم یطعنہ فامرہ ایضا فذھب ثم اتی فقال واللہ لقد غلبنا قال فاحث فی افواھھن من التراب قالت عائشۃ وعرفت انہ

حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ مسجد مین جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محزون وملول بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ جعفر کی عورتین شیون وشین کرتی ہین اور بین کرتی ہین آپنے ارشاد فرمایا کہ اُنھین منع کرو وہ شخص گیا اور لوٹ کر آیا ۔ اور کہنے لگا کہ مین نے اُنھین منع کیا وہ نہین مانتیں ۔ پھر آپنے وہی فرمایا

لا یقدران یحثوا فی افواھھن التراب قالت ربما ضرب التکلیف اھلہ۔

(ص ۳۱۶)

اور پھر وہ شخص گیا اور پھر ویسے ہی آکر کہنے لگا کہ وہ اپنی شیون و شین اور بین موقوف نہین کرتین اور میرا کہنا نہین مانتین آپ نے فرمایا کہ اُنکے مُنھ مین خاک جھونک دو یہ سن کر مین نے (حضرت عائشہ نے) کہا اُس شخص سے کہ خدا تیری ناک ملے۔ تو ایسا نہ کرنا اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا حزن و ملال ترک نہین فرمایا تھا۔ ابن اسحٰق نے اپنی روایت مین حضرت عائشہ کا یہ قول لکھا ہے کہ آپ کہتی ہین کہ مین جانتی تھی کہ وہ شخص کبھی ان لوگون کے منھ مین خاک جھونکنے پر قادر نہین ہو سکتا تھا۔ اس لیے کہ اس حرکت سے آپ کے اہل بیت کو تکلیف پہونچے گی۔

اسی روایت سے محدثین اہل سنت نے منع گریہ کے معنی نکالے ہین۔ اول تو اس حدیث کی صحت کا علم نہین۔ اور اگر یہ صحیح بھی ہو تو اس سے جزع فزع کے بجائے صبر و رضا اور سکون و سکوت اختیار کرنے کی صرف تعلیم و ہدایت مقصود ہے۔ نہ امتناعِ حرمت۔ چنانچہ محدث شیرازی اس حدیث کے لکھنے کے بعد روضۃ الاحباب مین لکھتے ہین۔

تنبیہ۔ از ضمن خبر جعفرؓ و گریہ و حزن و ملال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معلوم می شود کہ شخصے در مصیبت بمجرد بکا و حزن از دائرۂ صابران و راضیان بقضا حق تعالیٰ بیرون نمی رود مادام کہ دل او مطمئن بود برآن۔ زیرا کہ حال آن اثر یست از آثار رحمت و رقتے کہ خداوند تعالیٰ در دل بندہ مومن ایجاد فرمودہ بلکہ توان گفت کہ شخصے اگر از مصیبت متاثر نگردد معالجہ نفس

جعفر کی خبر اور اُن کی شہادت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گریہ اور حزن و ملال کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص صرف مصیبت مین گریہ و بکا کرنے کی وجہ سے صابرون اور راہ الٰہی کے رضامندون کے دائرے سے باہر نہین ہو سکتا تاوقتیکہ اُس کا قلب (رضائے الٰہی سے مطمئن ہے۔ کیونکہ مصیبت مین یہ حالت (گریہ و بکا) اُن رحمت و رقت کے آثار مین سے ایک خاص کی کیفیت ہے جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہر بندۂ مومن کے دل مین

[illegible] بر مقام صبر رتبه او ارفع تو ابد بود از کسے کہ باک ندارد از وقوع مصیبت و منجزع نگردد زیرا کہ آن علامت از قساوت قلب است۔

ودیعت فرمائی گئی ہے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس شخص پر مصیبت پڑے اور وہ اپنے درد دل کا علاج صبر و رضا سے کرے تو اُس کا مرتبہ اُس شخص جو مصیبت میں دردمند نہیں ہوتا۔ اور رقت قلب سے گریہ نہین کرتا۔ زیادہ بلند ہوگا۔ کیونکہ مصیبت مین دردمند نہ ہونا اور گریہ وبکا نہ کرنا قساوت قلبی کی علامت ہے۔

علامۂ زرقانی نے بھی ابن حجر کی قریب قریب یہی رائے نقل کی ہے اور وہ حسب ذیل ہے۔

قال الحافظ ای لما جعل الله فیه الرحمة ولا منافی ذلك الرضاء بالقضاء ويؤخذ منه ان الانسان اذا اصاب بمصيبة فحزن لا يخرجه عن كونه صابرا راضيا اذا كان قلبه مطمئنا بل قد يقال ان من كان ينزعج بالمصيبة ويعالج نفسه على الصبر والرضا ارفع رتبة ممن لا يبالی بوقوع المصيبة اصلا اشار الى ذلك الطبری واطال فی تقریره۔

حافظ ابن حجر کہتے ہین کہ اس (گریہ وبکا) مین خدا نے اپنی رحمت ودیعت فرمائی ہے اور یہ امر راضی برضائے الٰہی ہونیکا منافی نہین ہے اور اس سے ستفاد ہوتا ہے کہ جب انسان کسی مصیبت مین گرفتار ہوتا ہے تو اظہار حزن وملال کرتا ہے اور اُس عمل سے تاوقتیکہ اُس کا قلب مصیبت مین مطمئن ہے دائرہ راضیین ومرضیین سے خارج نہین ہوتا البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جو شخص مصیبت کے وقت بے قابو اور بیتاب نہین ہو جاتا ہے اور اپنے دل دردمند کا علاج صبر وسکوت سے کرتا ہے اُس کا مرتبہ اُس شخص سے بلند ہے جو مصیبت کے وقت بیتاب اور بے قابو ہو جاتا ہے۔ اس قول کی طرف علامۂ طبری نے بھی اشارہ کیا ہے اور اس پر ایک طویل بحث کی ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم تھے اور مرتبۂ اصطفا پر فائز۔ اس بنا پر آپ نے بکمال استقلال بھائی کے واقعہ پر راضی برضائے الٰہی رہکر صبر وسکوت اختیار فرمایا لیکن رقت قلب اور رحمدلی کے تقاضہ سے جو عین ودیعت الٰہی بتلائی گئی ہے۔ چشم پرنم فرمالی لیکن حضرت جعفرؑ کے علاوہ معصوم نہیں تھے اور نہ محفوظ [illegible] بنا بر عام فطرت انسانی کے مطابق انھون نے

اپنے سرپرست اور ولی النعم کی مفارقت مین جزع وفزع کی توبقول طبری - ابن حجر - زرقانی قسطلانی اور محدث شیرازی اس سے امتناع بکا کیونکر ثابت ہوئی - چنانچہ اسی اصول فطرت کی بنا پر حجۃ الہند شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ مین مراسم و دستور قومی کو شریعت مین بالضرورت داخل ہونے کے متعلق تحریر فرمایا ہے -

کالحزن لمیتھم واستحباب	مثلاً مردے کا غم کرنا اور اُن پر رحم کھانا - یا حسب
الرفق به وکالفخر بالاحساب والانساب	ونسب پر فخر کرنا - تو یہ مراسم اور یہ اصول سب سے
فتلك العادات والعلوم احق الاشياء	زیادہ لحاظ کے قابل ہین - ان کے بعد وہ مراسم
بالاعتبار ثم بعدها عادات وعقائد	ہین جو خاص اسی قوم مین جاری ہین جن پر وہ پیغمبر
يختص بالمبعوث عليهم فتعتبر ذلك	مبعوث ہوا ہے تو اُن مراسم کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے -

"انتہی الکلام"

طبرانی سالم ابن ابی الجعد کی زبانی لکھتے ہین

جعفر ذوالجناحین

قال رای صلی الله	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جعفر کو ملائکہ
علیه وآله وسلم جعفر املکا ذا جناحين	کی شکل مین دو پرون کے ساتھ دیکھا -

زرقانی لکھتے ہین کہ ابن سعد نے اس حدیث کو ابو ہریرہ کی سند سے لکھا ہے - اسکے بعد زرقانی تحریر فرماتے ہین -

کان ابن عمر اذا اسلم عبد الله	ابن عمر ابن جعفر کو سلام کرتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ سلام
بن جعفر قال السلام علیك یا ابن	ہو تم پر اے دو پر والے کے بیٹے -
ذ ا الجناحين کما فی الصحیح -	جیسا کہ صحیح مین وارد ہوا ہے -

جعفر الطیار

پھر اُسی کتاب مین باسناد حسن حضرت عبد اللہ بن جعفر کی زبانی طبرانی کے حوالے سے مرقوم ہے -

قال لنبی صلی الله علیه وآله وسلم هنیئا	فرمایا جناب سالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مبارک ہو
لك ابوك يطير مع الملئكة فی السماء	تمکو تمہارے باپ ملائکہ کے ساتھ آسمان پر پرواز کرتے ہین

پھر اُسی کتاب مین ہے -

قال النّبی صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ان جعفرا یطیر مع جبرئیل ومیکائیل لہ جناحان عوضہ اللہ تعالیٰ من یدیہ

فرمایا جناب رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جعفر جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کے ساتھ پرواز کرتے ہین - خداوند عالم نے اُن کو اُن کے ہاتھون کے عوض مین دو پر عنایت فرمائے ہین - اسی مرتبۂ عالی کے اعتبار سے حضرت جعفرؑ کو جعفر الطیار کے لقب سے ہمیشہ یاد کیا جاتا ہے -

حضرت جعفر الطیار کے فضائل

صحیح نسائی اور صحیح ترمذی مین حضرت ابوہریرہ کا یہ قول مرقوم ہے

انہ افضل النّاس بعد المصطفیٰؐ -

کہ یہ (جعفر الطیار) بعد جناب محمد مصطفےٰ صلعم کے افضل الناس ہین

بخاری صاحب نے بھی اپنی صحیح مین یہی قول لکھا ہے مگر تھوڑی ترمیم کے ساتھ - اس لیے کہ آپ کے نزدیک افضل الناس کوئی اور بزرگ ہین -

کان خیر النّاس للمساکین صحیح بخاری جعفر محتاجون کے لیے سب آدمیون سے بہتر تھے -

حضرت جعفر پر آنحضرت صلعم کے خاص اشفاق

مقوقس نے ایکبار ایک بیش قیمت عبا جس مین سنجاب کے چارون طرف سنجاف لگے ہوئے تھے - شہنشاہ رسالت کی خدمت مین ہدیہ کے طور پر بھیجی - آپ نے وہ عبا پہن لی - تھوڑی دیر کے بعد اُتار دی - سامنے جعفر کھڑے تھے اُنھین عنایت فرمادی - دوسرے دن جعفر وہی عبا پہنکر سلام کے لیے حاضر ہوئے تو نہایت استعجاب سے فرمایا کہ یہ ابھی تک تمھارے پاس موجود ہے - مین تو سمجھا تھا کہ تم نے بھی میری طرح کسی کو دیدی ہوگی کم سے کم اپنے دوست نجاشی ہی کو تحفہ مین بھیجدی ہوتی -

ملا باقر مجلسی علیہ الرحمہ حیات القلوب مین تحریر فرماتے ہین -

نماز جعفر طیار

کلینی وابن بابویہ و شیخ طوسی و دیگران بروایات معتبرہ روایت کردہ اند

کلینی - ابن بابویہ و شیخ طوسی اور دوسرے علماء نے روایات معتبرہ مین حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے

از حضرت صادق ع کہ در روز فتح خیبر حضرت جعفرؑ طیار از حبشہ مراجعت نمودہ بخدمت حضرت رسول رسید حضرت فرمود نمیدانم کہ بکدام یک شاد ترم بفتح خیبر یا بآمدن جعفرؑ و چون جعفر آمد حضرت او را در بر گرفت و اکرام بسیار نمود و فرمود کہ آیا میخواہی کہ ترا عطائے کنم آیا میخواہی کہ ترا بخششے کنم آیا میخواہی کہ ترا نوازشے کنم گفت بلے یا رسول اللہ صلعم و مردم گمان کردند کہ طلا و نقرہ بسیارے از غنائم خیبر باو خواہد داد و گردنہا کشیدند کہ ببینند کہ چہ باو می بخشد پس فرمود کہ چیزے بتو میدہم و عملے بتو تعلیم می نمایم کہ اگر ہر روز بکنی برائے تو بہتر باشد از دنیا و آنچہ در دنیا ہست و اگر ہر روز یکمرتبہ یا ماہے یکمرتبہ یا سالے یکمرتبہ بجا آوری ہر گناہ کہ دران میان کردہ باشی آمرزیدہ شود پس نماز جعفر را آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم باو تعلیم کرد - جلد دوم ص ۲۹۹ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ

مروی کیا ہے کہ فتح خیبر کے دن حضرت جعفر طیار ملک حبش سے مراجعت کر کے آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوئے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مین نہین جانتا کہ مین ان دونون خوشیون مین سے کس خوشی پر زیادہ خوش ہون فتح خیبر پر یا جعفرؑ کی آمد پر اور جب حضرت جعفر آپ کی خدمت مین حاضر ہوئے تو آپ نے اُن کو بغلگیر ہو کر لپٹا لیا اور اُنکا بڑا اکرام کیا اور ارشاد فرمایا کہ اگر تم چاہو تو مین تمھارے ساتھ عطایات کرون اگر تم چاہو تو مین تمھارے ساتھ بخشش کرون - اگر تم چاہو تو مین تمھارے ساتھ نوازش کرون - حضرت جعفر نے عرض کی ہان یا رسول اللہ صلعم یہ سنکر لوگون نے گمان کیا کہ آپ خیبر کے مال غنیمت سے بہت سا سونا اور چاندی آپکو عنایت فرمائین گے اسی لیے اُن لوگون نے اپنی اپنی گردنین اُٹھائین کہ دیکھین جعفر کو کیا عطا فرماتے ہین اسکے بعد آپ نے جعفر سے ارشاد فرمایا کہ مین وہ چیز تمھین تعلیم کرون اور وہ طریقہ عمل بتلا دُون کہ اگر تم روزانہ اُسکو بجا لاؤ تو تمکو دنیا اور جو کچھ دنیا مین ہے اُس سے بہتر ہے - اور اگر ہر روز ایک مرتبہ یا مہینہ بھر مین ایک مرتبہ یا سال بھر مین ایک مرتبہ بجا لاؤ تو اس مدت مین جتنے گناہ تم نے کیے ہون گے وہ سب معفو کر دیے جائین گے اسکے بعد نماز جعفر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تعلیم فرمائی

(نماز جعفر طیار کتب اعمال مین بالتفصیل و بالترکیب مندرج ہے -

سن شریف حضرت جعفر کا سن مبارک وقت شہادت اکتالیس ۴۱ برس کا بتلایا گیا ہے - اقوال

مختلفہ مین امام عبد البر نے اسی کو صحیح بتلایا ہے۔

مدفن شریف زید بن حارثہ۔ حضرت جعفر طیّار اور عبد اللہ بن رواحہ۔ یہ تینون شہدا ایک ہی قبر مین مدفون کر دیے گئے۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

اولاد جعفر الطیّار معتبر و مشہور ترین آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ عبد اللہ اور محمد بن جعفر الطیّار جو حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم بنات حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام سے بیاہے تھے۔

مطبوعہ نظامی پریس لکھنؤ وکٹوریہ اسٹریٹ

فہرست
نظامی پریس بک ایجنسی لکھنؤ
طلب کیجیے